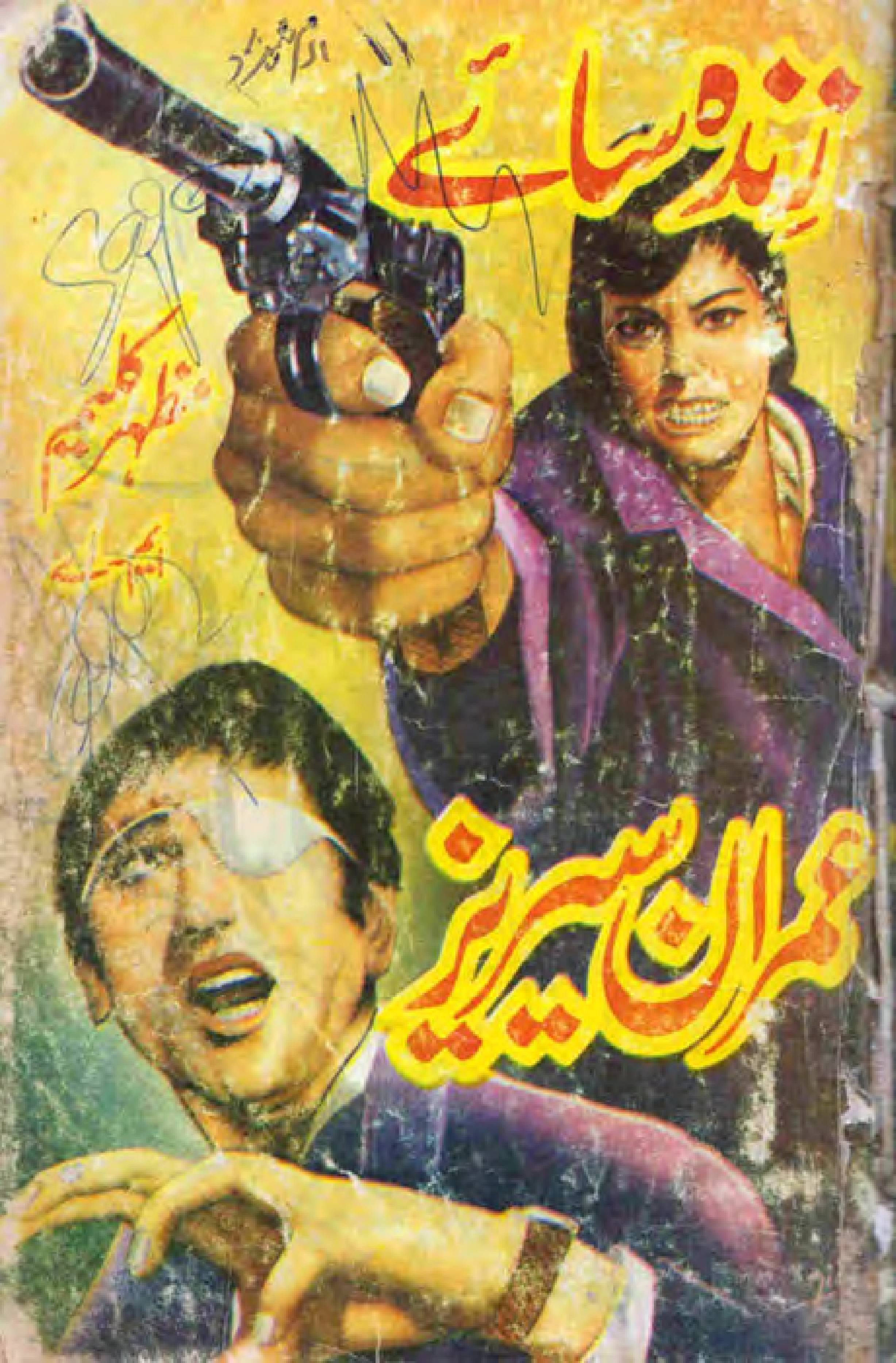

زندہ سائے
مظہر کلیم
ایم اے
عمران سیریز

سلسلے میں استعمال کئے جاتے ہیں۔امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

کبیر والا سے شیخ محمد شفیق لکھتے ہیں۔" آپ کے ناول مجھے بےحد پسند ہیں۔آپ اپنے ناولوں میں صفدر کو سب ممبران سے زیادہ ذہین قرار دیتے ہیں حالانکہ ممبروں میں سے کیپٹن شکیل سب سے زیادہ ذہین ہے۔ اس کے ذہانت آمیز تجزیوں سے تو اب عمران بھی خوف کھانے لگا ہے۔امید ہے آپ اس بات کا ضرور جواب دیں گے"۔

محترم شیخ محمد شفیق صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند کرنے کا بےحد شکریہ۔ ویسے تو عمران کے تمام ساتھی ہی ذہین ہیں اور واقعی کیپٹن شکیل کے ذہانت آمیز تجزیوں کی داد بھی عمران دیتا رہتا ہے لیکن شاید وہ صفدر کو اس لئے سب سے زیادہ ذہین کہتا ہے کہ صفدر مشن کے دوران ہر پہلو کا خیال رکھتا ہے اور صرف اپنے آپ کو تجزیوں کی حد تک محدود نہیں رکھتا۔امید ہے آپ بات سمجھ گئے ہوں گے اور آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

اب اجازت دیجئے

والسلام

آپ کا مخلص

مظہر کلیم ایم اے

" لے لو۔ برادران لے لو۔ یہ سب نایاب مال ہے۔ ایسا مال جس کے پیچھے یورپ کے کروڑ پتی ڈالروں کی بوریاں اٹھائے بھاگ رہے ہیں مگر برادران میں نے آپ کی خاطر بوریوں کو ٹھکرا دیا ہے اور اب کوڑیوں کے بھاؤ بیچ رہا ہوں۔ دیکھو یہ جو آپ کو مٹی کی بھدی سی صراحی نظر آ رہی ہے یہ دراصل ہلاکو خان کی صراحی ہے جس میں وہ انسانی خون اور شہد ملا کر پیتا تھا۔ یہ جو چھوٹی سی پتھر کی بیل گاڑی نظر آ رہی ہے یہ بظاہر تو ایک گندہ سا کھلونا ہے مگر آپ کو معلوم ہے اس کھلونے سے کون کھیلتا رہا ہے۔ جی ہاں دنیا کا مشہور ڈکٹیٹر ہٹلر۔ دیکھئے اب تک اس پر ہٹلر کی انگلیوں کے نشانات موجود ہیں"۔ فٹ پاتھ پر لگی ہوئی بھیڑ کے درمیان کھڑا نوجوان چیخ چیخ کر اور ہاتھ ہلا ہلا کر تقریر کر رہا تھا۔ وہ ایک ایک چیز اٹھاتا اور اس چیز کی تعریف بیان کرتا۔ ان سب گندی اور پرانی چیزوں کا رشتہ ایسی ایسی شخصیتوں

سے ملاتا کہ لوگوں کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ جاتیں۔ اس کے گرد کھڑے مجمع میں ایک کرخت چہرے والا غیر ملکی بھی کھڑا تھا۔ اس غیر ملکی کو یہ چیزیں دکھاتے وقت وہ ٹوٹی پھوٹی گوراشاہی انگریزی بھی بول لیتا تھا۔

"اس کی کیا پرائس ہے"..... غیر ملکی نے ٹوٹی پھوٹی اور انتہائی گندی سی صراحی کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ جسے بیچنے والا ہلاکو خان کی صراحی بتا رہا تھا۔

"اس کی پرائس۔ تم اس کی پرائس نہیں دے سکتا۔ یہ اتنی قیمتی اور نایاب صراحی ہے کہ پوری دنیا کی دولت بھی اس کی پرائس ادا نہیں کر سکتی۔ مگر صاحب آپ ہمارے ملک میں مہمان ہیں۔ آپ بھی کیا یاد کریں گے کہ اس ملک کے لوگ مہمان نوازی نہیں کر سکتے۔ میں یہ صراحی آپ کو تحفہ میں دے سکتا ہوں۔ بالکل تحفہ میں بغیر کسی پرائس کے۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ کوئی پرائس نہیں"۔ مجمع باز نے لچھے دار تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اتنی نایاب صراحی تم مفت کیسے دے سکتے ہو"..... اس غیر ملکی نے حیرت بھرے انداز میں پوچھا۔

"سنیئے صاحب۔ تحفہ دینے سے محبت بڑھتی ہے اور آپ کو معلوم ہے ادھار محبت کی قینچی ہوتی ہے اور قینچی چاہے لوہے کی ہو یا سٹین لیس سٹیل کی بہرحال قینچی ہوتی ہے جس کا کام صرف کاٹنا ہوتا ہے۔ آپ بس اس قینچی کو استعمال نہ کریں اور جواب میں جو مناسب

سمجھیں مجھے انعام دے ڈالیں تاکہ آپس میں محبت بڑھتی رہے۔ دولت کی قینچی سے کٹ نہ جائے"..... مجمع باز نے پینترہ بدلتے ہوئے کہا۔

"اچھا اچھا۔ میں سمجھ گیا"..... غیر ملکی شاید اس کا اشارہ سمجھ گیا تھا اس لئے اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر اپنا بھرا ہوا بٹوا نکالا اور اس میں بھرے ہوئے بہت سے ڈالروں سے پندرہ نوٹ کھینچ کر مجمع باز کی طرف بڑھا دیئے۔

"بہت بہت شکریہ"..... مجمع باز نے بڑی لاپرواہی سے نوٹ اپنی جیب میں ڈالتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ایک طرف پڑی ہوئی رسید بک اٹھا لی۔

"اپنا نام اور پتہ بتا دیں۔ میں آپ کو اس کی باقاعدہ رسید دے دوں تاکہ کل کو کوئی اس نایاب صراحی کی ملکیت کا کلیم نہ کر دے۔ یہ میرا اصول ہے برائے کرم نام بتائیں۔ جلدی مہربان میں نے اور بھی دھندہ کرنا ہے"..... مجمع باز نے رسید بک کھول کر پنسل سنبھالتے ہوئے کہا۔

"کارلوس مائیکل تھرٹین گارڈن ایسٹ ونگ"..... غیر ملکی نے بے اختیار اپنا پتہ بتا دیا اور مجمع باز نے بڑی تیزی سے نام رسید پر لکھا اور پنسل اور پھر رسید بک اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"مہربان یہاں دستخط کر دیجئے تاکہ یہ صراحی ہمیشہ کے لئے آپ کی ملکیت ہو جائے۔ ذرا جلدی کیجئے میں نے اور بھی دھندہ کرنا ہے"..... مجمع باز نے کہا اور غیر ملکی نے ایک لمحے کی ہچکچاہٹ کے

بعد رسید پر دستخط کر دیئے۔ مجمع باز نے رسید پھاڑ کر غیر ملکی کے حوالے کی اور رسید بک لاپرواہی سے ایک طرف پھینک کر ایک بار پھر تقریر میں مصروف ہو گیا۔

صفدر بڑے مطمئن انداز میں چیونگم چباتا ہوا فٹ پاتھ پر ٹہلتا جا رہا تھا۔ اس کی کار یہاں سے تھوڑی دور ہوٹل کی پارکنگ میں کھڑی تھی اور بازار میں رش کی وجہ سے وہ پیدل ہی آگے بڑھا چلا جا رہا تھا۔ آج اس کا موڈ کچھ شاپنگ کرنے کا تھا اس لئے وہ ادھر ادھر دکانوں کے شو کیسوں پر نظریں دوڑاتا قدم بڑھا رہا تھا کہ اچانک دو دکانوں کے درمیان ایک خالی سی جگہ پر جہاں موجود دکان شاید تعمیر نو کے لئے گرائی جا چکی تھی۔ اسے مجمع اکٹھا نظر آیا۔ ابھی وہ سرسری نظر سے اس مجمع کو دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک مجمع باز کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی اور وہ بری طرح چونک پڑا۔ ایک لمحے کے لئے اس کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا مگر مجمع باز کی مسلسل تقریر سنتے ہوئے اسے اپنے کانوں پر یقین کرنا پڑا۔ مجمع کی وجہ سے اسے مجمع باز کی شکل یہاں سے نظر نہ آ رہی تھی اس لئے وہ تیر کی طرح مجمع کی طرف بڑھا اور پھر لوگوں کی بھیڑ کو کاٹتا ہوا پہلی صف میں پہنچ گیا اور دوسرے لمحے اس کی آنکھیں حیرت کی شدت سے یوں پھیلتی چلی گئیں جیسے اس نے دنیا کا نواں عجوبہ دیکھ لیا ہو۔ جہاں تک آواز کا تعلق تھا وہ قدرے مشکوک ہو سکتا تھا مگر آنکھوں کو کیسے جھٹلاتا۔ اس کے سامنے عمران گندی اور ٹوٹی پھوٹی چیزیں سامنے پھیلائے

بڑے زور و شور سے تقریر کرنے میں مصروف تھا۔ اس نے کاٹرائی کی میلی سی پتلون اور اس پر سرخ پھولوں والی شرٹ پہنی ہوئی تھی۔

"لے لو برادران۔ بہت نایاب چیزیں بالکل مفت دے رہا ہوں۔ یہ پیالہ دیکھئے۔ دیکھنے میں آپ کو یہ پیالہ کسی فٹ پاتھ کے فقیر کا نظر آئے گا۔ بالکل میلا کچیلا جس کا کنارہ بھی ٹوٹا ہوا ہے مگر صاحبان یقین کیجئے اس پیالے کی خاطر بارہ کروڑ پتی قتل ہو چکے ہیں۔ دس دوشیزائیں خودکشی کر چکی ہیں۔ جی ہاں اس پیالے کی خاطر کیونکہ یہ پیالہ راسپوتین کا ہے۔ جی ہاں روس کے اس مشہور پادری راسپوتین کا جس کے پیچھے نوجوان لڑکیاں مکھیوں کی طرح پھرتی تھیں۔ آخر کیوں۔ کیا راسپوتین بہت ہی زیادہ خوبصورت تھا۔ ہرگز نہیں۔ اس کا تمام راز اس پیالے میں ہے۔ اس پیالے میں پانی پینے سے آنکھوں میں ایسی کشش آ جاتی ہے کہ جسے ایک بار آپ نظر بھر کر دیکھ لیں وہ آپ کے قدموں میں آ گرتا ہے۔ جی ہاں یہ وہی پیالہ ہے ہمیشہ نوجوان رہنے کا اصلی راز۔ اب آپ پوچھیں گے اس پیالے کی کیا قیمت ہے تو صاحبان اس پیالے کی کوئی قیمت نہیں ہے لیکن میں آپ کو صرف پانچ ہزار میں دے دوں گا۔ جی ہاں۔ صرف پانچ ہزار روپے۔ پانچ ہزار روپے میں پانچ ہزار نوجوان لڑکیاں۔ سودا مہنگا نہیں ہے"...... مجمع باز نے پیالے کو فضا میں لہراتے ہوئے کہا اور پھر اچانک ایک ادھیڑ عمر لٹکتے ہوئے چہرے والے آدمی نے جیب سے بٹوا نکالا اور اس میں سے چھوٹے نوٹوں کی ایک گڈی کھینچ

کر عمران کی طرف بڑھا دی۔

"یہ لو اور پیالہ مجھے دے دو"...... اس آدمی نے کہا تو عمران نے مسکراتے ہوئے نوٹوں کی گڈی اس کے ہاتھ سے لی اور پیالہ اس کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے کہا۔

"آپ نے جوانی خریدی ہے دوست۔ جاؤ اور ہمیشہ مزے کرو"۔ عمران نے گڈی کو جیب میں ٹھونستے ہوئے کہا۔

"بس صاحبان آج کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ دکانداری بند باقی مال پھر کبھی بیچوں گا"...... عمران نے کہا اور پھر زمین پر بکھرے ہوئے مال کو اکٹھا کرنے لگا۔ مجمع تیزی سے بکھرتا چلا گیا البتہ صفدر خاموشی سے جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہیں کھڑا رہا۔

"کہہ تو دیا دوست کہ اب کچھ نہ بیچوں گا۔ تم بدقسمت ہو کہ اس نایاب مال سے کچھ نہ خرید سکے"...... عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں صفدر سے مخاطب ہو کر کہا جو اب اکیلا کھڑا تھا۔

"آخر یہ تماشا کیا ہے عمران صاحب۔ آپ اور مجمع بازی"۔ صفدر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ارے تم تو میرے واقف ہو۔ باپ رے باپ کہیں کوئی خریدی ہوئی چیز واپس کرنے تو نہیں آئے۔ نہیں بھائی خریدا ہوا مال واپس نہیں لیا جاتا"...... عمران نے رسید بک اٹھا کر سائیڈ والی جیب میں ڈالتے ہوئے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"دیکھئے عمران صاحب میرے سامنے یہ الٹی سیدھی حرکتیں کرنے

کی ضرورت نہیں ہے۔ میں صفدر ہوں صفدر۔ آپ کی رگ رگ سے واقف"...... صفدر نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔ اچھا تو تم صفدر ہو۔ پیارے بھائی تم یہاں کیسے آ نکلے۔ آؤ آؤ۔ تمہیں اچھی سی چائے پلواؤں"...... عمران نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے سڑک کی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔

"مگر آپ کا یہ سامان"...... صفدر نے بکھرے ہوئے مال کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ارے لعنت بھیجو خود ہی میونسپل کارپوریشن والے اٹھا کر لے جائیں گے۔ آؤ یار میرا تو بول بول کر گلا سوج گیا ہے اور کمائی کیا ہوئی صرف تین سو ڈالر اور پچیس ہزار روپے۔ بھلا خود ہی سوچو دو گھنٹے بولنے کا اتنا کم معاوضہ۔ غضب خدا کا آدمی آخر کس طرح زندگی گزارے گا۔ بھئی حد ہو گئی ناقدر شناسی کی"...... عمران نے سڑک پر پہنچتے ہوئے کہا۔

"تین سو ڈالر اور پچیس ہزار روپے اور اس کاٹھ کباڑ کے"۔ صفدر کی آنکھیں ایک بار پھر پھٹتی چلی گئیں۔

"بھئی بڑا اچھا دھندہ ہے نہ کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ بس ادھر ادھر کوڑے کے ڈھیروں سے چالیس پچاس چیزیں اٹھائیں اور نایاب ترین چیزوں کا ایک ڈھیر اکٹھا ہو گیا۔ بیچے جاؤ"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"حد ہے۔ ویسے عمران صاحب میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ

"آپ اس طرح بھی کر سکتے ہیں۔ راسپوتین کا پیالہ۔ واقعی بڑے بڑے پاگل ہیں اس دنیا میں"۔۔۔ صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ارے تم ایک پیالے پر ہنس رہے ہو۔ میں نے ہلاکو خان کی صراحی، مغل شہنشاہ جہانگیر کا گلدان، ملکہ قلو پطرہ کا میک اپ بکس، نمرود کی مچھر مار تیل کی شیشی۔ شداد کی بہشت کا سوکھا ہوا پھول اور فرعون کے کفن کا ٹکڑا بالکل سستے داموں بیچ ڈالا ہے۔ یقین کرو بالکل مفت دے دیا ہے"۔۔۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"حیرت انگیز۔ انتہائی حیرت انگیز"۔۔۔۔ صفدر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اگر وہ خود اپنی آنکھوں سے اس ٹوٹے اور گندے پیالے کو پانچ ہزار روپے میں بکتا"۔ دیکھتا تو شاید عمران کی بات پر کبھی یقین نہ کرتا۔ اتنے میں وہ دونوں ایک چھوٹے سے مگر صاف ستھرے ریستوران میں ایک میز پر بیٹھ گئے۔

وہ چائے پلواؤ دوست جو چین کا آخری شہنشاہ چنگ چوشان جو پیتا تھا"۔۔۔۔۔ عمران نے ویٹر کو آرڈر دیتے ہوئے کہا اور ویٹر مسکراتا ہوا واپس مڑ گیا۔ اب بھلا وہ عمران کی بات کا کیا جواب دیتا۔

"آخر آپ کو سوجھی کیا"۔۔۔۔۔ صفدر اب بھی اس چکر میں مبتلا تھا۔

"سچ پوچھو تو خرچ سے ہاتھ بے حد تنگ تھا۔ تمہارا وہ باس تو انتہائی کنجوس ہے ایک دھیلا بھی بغیر مطلب کے نہیں نکالتا ادھر وہ ہمارا شاہی باورچی اعلیٰ حضرت سلیمان پاشا کی سخاوت کا جواب ہی

نہیں۔ مجھے تو یوں لگتا ہے کہ ایک وقت کا کھانا پکانے کے لئے پورے شہر کا راشن خرید لاتا ہے"۔۔۔۔ عمران نے اس بار بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا اور پھر اس نے جیب سے وہی رسید بک نکالی۔ سادہ سی رسید بک تھی جو دکانداروں کے لئے دکان سے عام مل جاتی تھی۔ اس پر موجود ایک رسید کی کاربن کاپی کو عمران نے غور سے دیکھا اور اس کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔

"سنو صفدر یہ رسید تم اپنے باس کو دے دینا وہ ضرور اس کے بدلے میں تمہیں بھی کچھ نہ کچھ دے ڈالے گا۔ بڑی نایاب رسید ہے"۔ عمران نے ایک بار پھر عادی مجمع باز کی طرح تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"کیا ہے اس رسید میں۔ کارلوس مائیکل تھرٹین گارڈن ایسٹ ونگ"۔۔۔۔۔ صفدر نے رسید پر لکھا ہوا نام اور پتہ پڑھتے ہوئے پوچھا۔

"بلیو ایگل کو جانتے ہو"۔۔۔۔۔ عمران نے بڑے پراسرار لہجے میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

"بلیو ایگل۔ وہی بین الاقوامی تنظیم جس نے پچھلے دنوں جرمنی کی حکومت کا ناطقہ بند کر رکھا تھا"۔۔۔۔۔ صفدر نے چونکتے ہوئے کہا۔

"بالکل وہی اور یہ کارلوس مائیکل اس کا سربراہ ہے۔ اس کا پتہ اور دستخط رسید پر موجود ہیں۔ کیا سمجھے۔ اب بولو ہے نا بالکل نایاب رسید۔ اب یہ تمہاری مرضی کہ تم اس رسید کے بدلے میں اپنے باس

سے کیا وصول کرتے ہو"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور صفدر کے چہرے کے عضلات ایک بار پھر کھنچتے چلے گئے۔

"تو یہ چکر ہے اس لئے آپ نے یہ مجمع بازی کا چکر چلا رکھا تھا لیکن اس کا تعاقب کر کے بھی اس کا پتہ معلوم کیا جا سکتا تھا"۔ صفدر نے کہا۔

"تم کیا سمجھتے ہو کہ کارلوس مائیکل تعاقب سے تمہارے ہتھے چڑھ جائے گا۔ بھائی یہ وہ بلا ہے جو ہزار آنکھیں رکھتی ہے۔ تعاقب کرنے والے کی خوشبو میلوں دور سے سونگھ لیتا ہے اور پھر اس کے دستخط تم ان کی اہمیت نہیں سمجھتے۔ یہی دستخط ہی اس تنظیم کا شناختی نشان ہیں۔ صرف تنظیم کے خاص لوگوں کا نشان"...... عمران نے چائے کی پیالی آگے بڑھاتے ہوئے کہا اور صفدر سوچنے لگا کہ یہ شخص مجرموں کے گرد نجانے کس کس طرح جال پھیلاتا رہتا ہے۔ کارلوس مائیکل تصور بھی نہ کر سکتا تھا کہ فٹ پاتھ پر کھڑا ایک عام سا مجمع باز دنیا کا شاطر ترین انسان ہو سکتا ہے۔

"لیکن میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ آپ کو مجمع لگانے کی کیا سوجھی اور پھر کارلوس مائیکل نے بھی ضرور اس مجمع میں آنا تھا اور آپ سے صراحی خریدنی تھی۔ کوئی بات پلے نہیں پڑ رہی"...... صفدر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"یہ سارے تمہارے اس باس کے کارنامے ہیں۔ خود تو نقاب اوڑھے ہیڈ کوارٹر میں بیٹھا رہتا ہے اور مجھ جیسے معصوم آدمی کو

مفت میں آگے بڑھائے رکھتا ہے حالانکہ میں نے کئی بار کہا ہے کہ تمہارے باس اتنے لمبے چوڑے قوی ہیکل ٹھسے دار قسم کے ممبر ہیں انہیں کہو مگر صاحب کون سنتا ہے فغان درویش کی۔ بس حکم دے دیا کہ یہ کرو وہ کرو اور جان عذاب میں آجاتی ہے بیچارے علی عمران کی"...... عمران نے رو دینے والی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"تو اس بار کیا حکم ملا کہ مجمع لگاؤ"...... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں۔ اسے کہیں سے اطلاع مل گئی کہ یورپ کا بلیو ایگل آج کل پاکیشیا میں موجود ہے۔ بس حکم دے دیا کہ اسے ڈھونڈو اور اس کا پتہ معلوم کرو۔ اب تم خود سوچو اتنے بڑے شہر میں اسے کیسے ڈھونڈوں۔ کہاں سے ڈھونڈوں لیکن صاحب حکم حاکم مرگ مفاجات۔ ڈھونڈھنا تو تھا ہی۔ مجھے بس اس کی ایک کمزوری کا علم تھا وہ جہاں جاتا ہے وہاں جا کر نایاب چیزوں کی تلاش میں رہتا ہے اور عام طور پر چھوٹی جگہوں پر سے چیزیں ڈھونڈھتا ہے اور پھر چیزیں بھی ایسی جس کا تعلق ظلم و تشدد سے ہو۔ چنانچہ میں نے اسے تلاش کرنے کے لئے مجمع لگایا۔ کئی غیر ملکی آئے لیکن ہلاکو خان کی صراحی میں کسی نے دلچسپی نہ لی۔ آخر کار محنت رنگ لائی اور جیسے ہی میں نے اسے دیکھا ہلاکو خان کی صراحی کی تعریفیں شروع کر دیں اور جب میں نے اس کی آنکھوں میں ابھرنے والی چمک کو دیکھا تو سمجھ گیا کہ میدان مار لیا۔ چنانچہ میں نے صراحی اسے بیچ ڈالی اور رسید پر

اس کا نام و پتہ لکھ لیا اور دستخط بھی لے لئے اور خاص بات یہ کہ ڈالروں پر اس کی انگلیوں اور انگوٹھے کے نشانات بھی"...... عمران نے چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے باقاعدہ تقریر کر ڈالی اور صفدر حیرت بھرے انداز میں عمران کی اس ریڈی میڈ کھوپڑی کے کارنامے سن رہا تھا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے عمران کی کھوپڑی میں اللہ تعالیٰ نے کوئی زبردست قسم کا کمپیوٹر فٹ کر دیا ہے جو بڑی گہری چالیں سوچتا ہے۔ اب بھلا کوئی اور تصور بھی کر سکتا ہے کہ اتنی خوفناک تنظیم کے سربراہ کو مجمع لگا کر بھی ٹریس کیا جا سکتا ہے۔

"لیکن عمران صاحب کیا یہ ضروری ہے کہ اس نے اپنا صحیح نام و پتہ بتایا ہو"...... صفدر نے جرح کرتے ہوئے کہا۔

"ایک عام سے مجمع باز کے سامنے نام بتاتے ہوئے اسے بھلا کیا جھجک ہو سکتی ہے۔ پھر میں نے جیسے اسے نفسیاتی طور پر گھیر کر جلدی کا شور مچا دیا تھا اس میں وہ نفسیاتی طور پر اپنا نام اور پتہ بتا گیا اور ویسے بھی مجھے علم ہے کہ اس کا اصلی نام کارلوس مائیکل ہے"...... عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن ایک بات ہے عمران صاحب۔ آپ مجرم کو ڈھیل کیوں دے دیتے ہیں۔ جب آپ کو علم ہو گیا کہ وہ ایک خوفناک بین الاقوامی تنظیم کا سربراہ ہے اور فلاں جگہ رہتا ہے تو پھر چھاپہ مار کر اسے پکڑ کیوں نہیں لیا جاتا"...... صفدر نے کہا۔

"میرے دوست تم بس جاسوسی کرو تمہیں کیا معلوم کہ مجرموں کو پکڑنے کے بعد کیا ہوتا ہے۔ اب سوچو اگر کارلوس مائیکل کو گرفتار کر لیا جائے تو اس پر کیا جرم عائد کیا جائے اور کیسے ثابت کیا جائے کہ وہ فلاں مجرم ہے۔ ایسے مجرم کسی ملک کے پاسپورٹ پر آتے ہیں اور پھر اس ملک کا سفارتخانہ درمیان میں کود پڑتا ہے"۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ یہ بات تو ہے۔ اچھا اب چلیں"...... صفدر نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں چلو اور یہ رسید اپنے پردہ نشین کو ضرور دے دینا۔ اوکے بائی بائی"...... عمران نے کہا اور پھر یوں تیز تیز قدم اٹھاتا کیفے سے باہر نکلتا چلا گیا جیسے اس کے پیچھے پاگل کتے لگ گئے ہوں۔ صفدر نے مسکراتے ہوئے جیب سے بٹوہ نکالا اور پلیٹ میں ایک چھوٹا نوٹ ڈال کر باہر کی طرف چل دیا۔ وہ عمران کے بھاگنے کی وجہ جانتا تھا کہ کہیں اسے چائے کا بل نہ ادا کرنا پڑ جائے حالانکہ چائے پینے کی دعوت عمران نے خود ہی دی تھی لیکن عمران بہرحال عمران تھا۔

ایٹمک ریسرچ لیبارٹری میں آج کچھ ضرورت سے زیادہ ہی گہما گہمی تھی۔ ریسرچ لیباٹری کے کرش ہال میں اس وقت ملک کے چوٹی کے سائنسدان جمع تھے۔ آج ان سب کو خصوصی دعوت پر بلایا گیا تھا وہ سب ہال میں موجود کرسیوں پر بیٹھے آج کی خصوصی دعوت کے بارے میں سرگوشیوں میں باتیں کر رہے تھے۔ ریسرچ لیبارٹری کے ڈائریکٹر سرعبدالرشید نے جو دعوت نامہ بھیجا تھا اس میں انہوں نے صرف یہی لکھا تھا کہ ایک اہم ترین سائنسی ایجاد کے بارے میں بات چیت کے لئے یہ دعوت دی جارہی ہے لیکن یہ اہم ترین سائنسی ایجاد کیا تھی۔ اس کے بارے میں کسی کو علم نہ تھا۔ تھوڑی دیر بعد ڈائریکٹر سرعبدالرشید ہال میں آئے اور انہوں نے ہال کے دروازے بند کرنے کا حکم دیا۔ یہ ہال اس طرز پر بنایا گیا تھا کہ اس میں ہونے والی بات چیت کسی طور پر بھی باہر سے نہ سنی جاسکتی تھی۔

"حضرات آپ سب محب الوطن لوگ ہیں لیکن جس اہم ترین ایجاد کے بارے میں آج ہم نے آپ کو دعوت دی ہے اس کے لئے آپ سب کو باری باری اس بات کا حلف اٹھانا پڑے گا کہ یہ راز اس وقت تک آپ کے سینوں میں ہی دفن رہے گا جب تک حکومت خود اس بارے میں کوئی اعلان نہیں کرتی۔ مجھے یقین ہے کہ حب الوطنی کے تقاضوں کے پیش نظر آپ کو حلف اٹھانے میں کوئی جھجک نہ ہوگی"...... ڈائریکٹر نے ان سب سے مخاطب ہوکر کہا اور پھر باری باری سب نے کھڑے ہوکر باقاعدہ حلف اٹھایا۔ ان سب کی تعداد چونکہ صرف دس تھی اس لئے حلف لینے میں کوئی زیادہ وقت صرف نہ ہوا۔

"حضرات اس اہم ترین ایجاد کا پس منظر یہ ہے کہ جب بھی کسی ٹھوس چیز میں سے روشنی کی لہریں گزرتی ہیں تو چونکہ وہ مکمل طور پر اس ٹھوس جسم سے پار نہیں ہوسکتیں اس لئے اس چیز کا سایہ بن جاتا ہے۔ جتنا ٹھوس جسم ہوگا اتنا ہی سایہ گہرا ہوگا۔ یہ سایہ قطعاً بیکار ہوتا ہے۔ ہمارے ایک ذہین سائنسدان نے اس سائے کی افادیت پر ریسرچ شروع کردی کہ آخر یہ سایہ روشنی کے کس تناسب سے بنتا ہے۔ جب روشنی کی لہریں جسم کے پار نہیں ہوسکتیں تو پھر یہ سایہ کیوں بن جاتا ہے اگر یہ کہا جائے کہ ان کی طاقت کم ہوجاتی ہے اور وہ پار ہوجاتی ہیں تو پھر اس سائے کو قدرے روشن ہونا چاہئے کیونکہ بہرحال روشنی کی جھلک تو اس میں موجود رہنی چاہئے

لیکن ایسا نہیں ہو سکتا اور اہم بات یہ ہے کہ اگر روشنی نہ ہو تو سرے سے سایہ بنتا ہی نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ روشنی اور سایہ لازم و ملزوم تو ہیں لیکن ان کا صحیح تناسب کیا ہے اور پھر اس سائے کا آخر فائدہ کیا ہے یا اگر فائدہ نہیں ہے تو پھر اسے کس طرح فائدہ مند بنایا جا سکتا ہے۔ اس ریسرچ کے دوران فلم کے اصول کو بھی چیک کیا گیا کہ بظاہر پردہ سکرین پر روشنی کے نقطے جمع ہو جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود دیکھنے والے کو ان کی ضخامت، رنگ اور لمبائی چوڑائی کا احساس اس طرح ہوتا ہے جیسے کوئی ٹھوس جسم باقاعدہ حرکت کر رہا ہو۔ فلم دیکھتے ہوئے ایک لمحے کے لئے بھی یہ احساس نہیں ہوتا کہ پردے پر حرکت کرنے والا انسان کوئی زندہ جسم رکھنے والا انسان نہیں بلکہ صرف تصویر ہے۔ دوسرے لفظوں میں عام عکس اور تصویر کی نسبت اس میں وہ ضخامت موجود ہوتی ہے جو تصویر اور عام انسان میں فرق ڈال دیتی ہے۔ اس اصول کو سامنے رکھ کر ایک خاص پہلو پر یہ ریسرچ کی گئی کہ کیا ایسی ایجاد کی جا سکتی ہے کہ سایہ اتنا روشن ہو کہ وہ دیکھنے والے کو ٹھوس محسوس ہو لیکن دراصل وہ ہو سایہ اور پھر یہ کہ سایہ پیدا کرنے کے لئے کیا ٹھوس جسم کی موجودگی ضروری ہے۔ کیا بغیر ٹھوس جسم کے سایہ نہیں پیدا کیا جا سکتا۔ بہرحال اس سلسلے میں سائنسی تفصیلات میں اس وقت نہیں جانا چاہتا۔ مختصر یہ کہ ہم روشن سائے ایجاد کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ ایسے روشن سائے جو فلم کی روشنی کے

مرہون منت نہیں ہوں گے اور انہیں جب چاہیں پیدا کر لیں اور جب چاہیں ختم کر دیں میں اس کی عملی صورت آپ کو دکھانا چاہتا ہوں"۔ ڈائریکٹر نے طویل تقریر کرتے ہوئے کہا اور ہال میں موجود چوٹی کے سائنسدانوں میں اس عجیب و غریب اور حیرت انگیز ایجاد کے متعلق سن کر حیرت کی لہر سی دوڑ گئی۔ ان کے چہروں سے پیدا ہونے والا تجسس اتنا نمایاں تھا کہ دور سے صاف دکھائی دے رہا تھا۔ سر عبدالرشید نے ہاتھ اٹھا کر ایک مخصوص اشارہ کیا اور دوسرے لمحے ہال کا دروازہ کھلا اور دیکھنے والوں کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ کیونکہ دروازے میں سر عبدالرشید اندر آ رہے تھے جبکہ ان کی نظروں کے سامنے سر عبدالرشید کھڑے تھے۔ ایک ہی لباس، ایک ہی چہرہ، ایک ہی قد و قامت اور چہرے پر ایک جیسی مسکراہٹ۔

"حضرات آپ سب کا یہاں آنے کا بے حد شکریہ"..... آنے والے سر عبدالرشید نے پہلے سر عبدالرشید کے قریب کھڑے ہو کر بڑے بااخلاق لہجے میں کہا اور دیکھنے والوں کو اب نہ اپنی آنکھوں پر یقین آ رہا تھا اور نہ کانوں پر کیونکہ آنے والے سر عبدالرشید کا لہجہ اور آواز بھی وہی تھی۔

"دیکھئے حضرات۔ ہم دونوں یہاں آپ کے سامنے موجود ہیں۔ ہم میں سے ایک اصل ہے اور دوسرا محض سایہ۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ہم میں سے اصل کون ہے".....پہلے سے کھڑے سر عبدالرشید نے مسکراتے ہوئے سائنسدانوں سے مخاطب ہو کر کہا اور ان سب نے

بیک آواز پہلے والے سر عبدالرشید کو اصل اور نئے آنے والے کو سایہ قرار دے دیا۔

"آپ کا فیصلہ غلط ہے دوستو"...... پہلے والے سر عبدالرشید نے کہا اور پھر اچانک وہ غائب ہو گئے۔ ایسے جیسے سایہ اچانک غائب ہو جاتا ہے اور اب وہاں بعد میں آنے والے سر عبدالرشید کھڑے مسکرا رہے تھے اور ہال میں موجود ہر آدمی حیرت کے مارے یوں اچھل پڑا جیسے اس کے پیروں میں بم پھٹ پڑا ہو۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے"...... سب نے حیرت بھرے انداز میں چیختے ہوئے کہا۔ ان کا ذہن اس بات کو تسلیم نہ کر رہا تھا کہ جس سر عبدالرشید نے اتنی لمبی تقریر ان کے سامنے کی ہے وہ اصل سر عبدالرشید نہ تھے بلکہ ان کا سایہ تھا اور پھر ایک سائنسدان نے اٹھ کر باقاعدہ سر عبدالرشید کو ٹٹول کر دیکھا۔

"آپ تو واقعی اصلی ہیں"...... اس نے حیرت سے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر باری باری سب نے اپنی تسلی کی۔ ان کے چہروں پر حیرت ناچ رہی تھی۔

"حیرت انگیز ایجاد ہے۔ انتہائی حیرت انگیز۔ لیکن سایہ بول کیسے سکتا ہے اس تھیوری کی سمجھ نہیں آئی"...... ایک سائنسدان نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"دوستو۔ فلم میں جو کردار ہوتے ہیں اس کے لئے اصل آواز کو فلم میں ٹیپ کر لیا جاتا ہے اور پھر سکرین کے نیچے یا ہال میں لگے

ہوئے لاؤڈ سپیکروں سے وہ آواز اس تناسب سے نشر کی جاتی ہے کہ سننے والے کو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ کردار بول رہا ہے۔ اس کلیے کو ظاہر ہے اگر استعمال کیا جاتا تو پھر سایہ پر یہ پابندی ہوتی کہ اس کے ساتھ ساتھ لاؤڈ سپیکر بھی موجود ہوں تو ظاہر ہے تمام مقصد ہی ختم ہو جاتا۔ اس لئے اس سلسلے میں ایک بالکل نئے کلیے پر عمل کیا گیا۔ آپ نے غور کیا ہو گا کہ ہم جب بولتے ہیں تو ہمارے ذہن میں موجود خیال کی لہریں ہمارے گلے کے غدودوں اور زبان کے لوتھڑے پر اس انداز میں اثر انداز ہوتی ہیں کہ ان خیالات کی لہریں گلے کے غدودوں سے ٹکرا کر ارتعاش یعنی آواز پیدا کرتی ہیں اور زبان مخصوص حرکات کر کے ان آوازوں کو الفاظ کا روپ دے دیتی ہے اس طرح ہم بولتے ہیں اور آواز کی یہ مخصوص لہریں جب ہمارے کانوں سے ٹکراتی ہیں تو کان کے پردے پر مخصوص ارتعاش پیدا کرتی اور یہ مخصوص ارتعاشات ایک بار پھر خیال کی لہروں میں تبدیل ہو کر ہمارے دماغ میں پہنچتی ہیں اور ہم کہنے والے کی بات سمجھ جاتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں جس طرح ریڈیو کا اصول ہے کہ ہم آواز کی لہروں کو برقی لہروں میں تبدیل کر دیتے ہیں اور پھر ریڈیو سیٹ میں موجود مخصوص پرزے ان برقی لہروں کو کیچ کر کے ایک بار پھر آواز کی لہروں میں تبدیل کر دیتے ہیں اسی طرح آواز کی لہروں کو ہمارے کان ایک بار پھر خیال کی لہروں میں بدل کر دماغ میں پہنچا دیتے ہیں اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ اصل چیز خیال کی لہریں ہیں۔ اگر ہم

خیال کی لہروں کو اتنا طاقتور بنا لیں کہ وہ گلے کی غدودوں اور زبان کی حرکات سے آواز پیدا کر کے دوسروں تک پہنچانے کی بجائے براہ راست سننے والے کے کانوں کے پردوں پر وہی ارتعاشات پیدا کر سکیں جو آواز پیدا کرتی ہے تو ہم صرف سوچ کر دوسروں سے باتیں کر سکتے ہیں اور انہیں یہی محسوس ہو گا کہ ان سے باقاعدہ آواز کے ذریعے بات چیت کی جا رہی ہے اور آپ نے ابھی اس بات کا تجزیہ خود کر لیا ہے کہ میرے روشن سائے نے آپ کے سامنے لمبی چوڑی تقریر کر دی اور آپ سب کو یوں محسوس ہوا جیسے باقاعدہ آپ نے اس کی آواز سنی ہو حالانکہ ایسا نہ تھا۔ یہ سب باتیں میں صرف خیال کی لہروں کے ذریعے آپ سے کر رہا تھا اور میرا یہ سایہ تو صرف منہ ہلا رہا تھا"۔ سر عبدالرشید نے مسکراتے ہوئے تفصیل بتا دی۔

" یہ بہت بڑا انقلاب ہے۔ اتنا بڑا انقلاب کہ سائنس کی دنیا میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا"...... ایک سائنسدان نے حیرت بھرے لہجے میں بے ساختہ بولتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ جوش کی شدت سے سرخ پڑ گیا تھا۔

" لیکن سر عبدالرشید۔ کیا یہ کسی سائنسی ایجاد کا مرہون منت ہے یا آپ نے خیال کی طاقت سے یہ کرشمہ دکھایا ہے"...... ایک اور سائنسدان نے پوچھا۔

" دونوں۔ یہ باقاعدہ سائنسی ایجاد ہے۔ یہ دیکھئے"۔ سر عبدالرشید نے جیب سے ایک چھوٹی سی ڈبیا نکال کر تمام سائنسدانوں کو

دکھاتے ہوئے کہا۔

" اس ڈبیا کے ذریعے روشن سائے پیدا اور غائب کئے جا سکتے ہیں۔ بس اس ڈبیا کو ہاتھ میں رکھیں اور یہ بٹن دبا کر آپ جس منظر کا تصور اپنے ذہن میں لائیں گے وہی منظر جہاں آپ پیدا کرنا چاہیں گے پیدا ہو جائے گا۔ بالکل ایسے جیسے سب کچھ اصل ہو۔ اس دوران آپ جو کچھ سوچیں گے یا اپنے ذہن میں بولیں گے وہی کچھ اس منظر کا کردار بھی بولے گا اور سننے والے کو یوں محسوس ہو گا جیسے وہ باقاعدہ آواز سن رہا ہے۔ جب آپ اس روشن سائے کو غائب کرنا چاہیں تو یہ بٹن آف کر دیں منظر یکلخت غائب ہو جائے گا۔ اس میں ایٹمی توانائی کو استعمال کیا گیا ہے اس لئے آپ صدیوں اس ڈبیا کو استعمال کر سکتے ہیں اور چونکہ ایٹمی توانائی کے سامنے فاصلہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا اس لئے آپ دنیا کے جس کونے میں حتیٰ کہ دنیا سے ہٹ کر کسی اور سیارے پر روشن سایہ پیدا کرنا چاہیں تو پیدا ہو جائے گا۔ یہ سائنسی فارمولا ہمارے ملک کے ایک ذہین سائنسدان نے تیار کیا ہے جس کا نام میں ابھی آپ کو نہیں بتا سکتا کیونکہ یہ فارمولا حکومت کو پیش کیا جائے گا۔ اس کے بعد ہی یہ دنیا کے سامنے لایا جا سکتا ہے"...... سر عبدالرشید نے جواب دیا۔

" مگر سر عبدالرشید اس ایجاد سے سوائے کھیل تماشے کے اور کیا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے"...... ایک بوڑھے سائنسدان نے اٹھ کر کہا۔

" نہیں۔ یہ انتہائی اہم ترین ایجاد ہے۔ مثال کے طور پر ہمارے

لڑاکا جہاز دشمن کے علاقے پر حملہ کرتے ہیں تو اصل پائلٹ کو جہاز میں بیٹھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ اپنے مرکز پر بیٹھ کر روشن سائے کے ذریعے جہاز کو کنٹرول کر سکتا ہے اور اگر وہ چاہے تو جہاز بھی کنٹرول نہ کرے جہاز کا روشن سایہ بھی پیدا کیا جا سکتا ہے۔ صرف ایک جہاز نہیں سینکڑوں جہاز۔ اب ظاہر ہے دشمن اتنے جہاز دیکھ کر بوکھلا جائے گا اور اس کا پورا دفاعی نظام جاگ اٹھے گا لیکن ان جہازوں کو اینٹی ایئر کرافٹ گنیں بھی تباہ نہیں کر سکیں گی اس طرح بے شمار ٹینک، بے پناہ فوج اور ایٹمی حملے کئے جا سکتے ہیں۔ ہزاروں چھاتہ بردار دشمن کی سرحدوں میں اتارے جا سکتے ہیں۔ ظاہر ہے دشمن بوکھلا جائے گا اور یہی بوکھلاہٹ اصل جنگ کا پانسہ پلٹ سکتی ہے"...... سر عبدالرشید نے ایجاد سے فائدہ اٹھانے کے امکانات بتاتے ہوئے کہا۔

"بہت خوب واقعی یہ سب کچھ ممکن ہے"۔ سب سائنس دانوں نے متفقہ طور پر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"بہرحال اس کے وسیع امکانات ہیں۔ ابھی اس پر مزید ریسرچ جاری ہے یہ تو ابھی نقطہ آغاز ہے۔ دیکھئے اس کی انتہا کہاں ہوتی ہے"...... سر عبدالرشید نے کہا۔

"کیا آپ دوبارہ اس کا تجربہ ہمیں دکھا سکتے ہیں"...... ایک سائنسدان نے کہا۔

"کیوں نہیں۔ دیکھئے"...... سر عبدالرشید نے کہا اور پھر انہوں

نے ڈبیا کا بٹن آن کر دیا اور دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور صدر مملکت مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ ان کی آمد اتنی اچانک تھی کہ سب سائنسدان بوکھلا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

"تشریف رکھئے"...... صدر مملکت نے مسکراتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر انہیں بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا اور خود ان کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے۔

"دوستو یہ ایجاد واقعی اہم ہے۔ مجھے انتہائی مسرت ہے کہ ہمارے ملک کے ذہین سائنسدانوں نے پوری دنیا کے سائنسدانوں کو یہ مشین ایجاد کر کے پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ ہم انشاء اللہ اس ایجاد سے بھرپور فائدہ اٹھائیں گے"...... صدر مملکت نے کہا اور دوسرے لمحے یکلخت وہ غائب ہو گئے اور سب نے دیکھا کہ سر عبدالرشید نے ڈبیا کا بٹن آف کر دیا۔

"حیرت انگیز۔ انتہائی حیرت انگیز"...... سب نے بے اختیار داد دیتے ہوئے کہا۔

"اچھا دوستو اب آپ کو یہاں بلانے کا مقصد بھی میں بتا دوں آپ نے اس ایجاد کو دیکھ لیا۔ آپ ہمارے ملک کے ذہین اور بڑے سائنسدان ہیں اور انتہائی محب الوطن ہیں۔ اس حب الوطنی کی بنا پر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ سے اس فائدہ اٹھنے کے مزید امکانات اور اسے بہتر بنانے کے لئے مزید تجاویز اپنی رپورٹ کے ساتھ ایک ہفتے میں ہمیں بھیج دیں۔ آپ یقین کریں کہ آپ کی

رپورٹ کے ایک ایک لفظ کی قدر کی جائے گی اور اگر وہ فائدہ مند ہوئی تو نہ صرف اس سے فائدہ اٹھایا جائے گا بلکہ اس سلسلے میں باقاعدہ آپ کو کریڈٹ بھی دیا جائے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ میں آپ کو ایک بار پھر رازداری کا حلف بھی یاد دلاتا ہوں کہ اس ایجاد کے سلسلے میں ایک لفظ بھی کسی دیگر شخص سے نہ کہا جائے کیونکہ اس ایجاد کی بھنک بھی غیر ممالک کے کانوں تک پہنچ گئی تو آپ یقین کیجئے پوری دنیا کے جاسوس اس ایجاد اور فارمولے کو اڑانے کے لئے دوڑ پڑیں گے" ...... سر عبدالرشید نے کہا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہ میٹنگ ختم کرنے کا اعلان کر دیا اور تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے ہال سے باہر نکل گئے۔ ان کے جانے کے بعد دروازے کھول دیئے گئے اور پھر اس مخصوص میٹنگ میں موجود سائنسدان ہال سے باہر آ گئے۔ ان سب کے چہروں پر گہری سوچ کے آثار نمایاں تھے۔ وہ شاید ابھی سے اس ایجاد پر مزید غور میں مصروف ہو گئے تھے۔

"ہیلو ہیلو۔ بلیو ایگل سپیکنگ۔ اوور" ...... ادھیڑ عمر مگر کرخت چہرے والے غیر ملکی نے سامنے رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کرتے ہوئے کہا۔

"یس باس۔ مارٹن اٹنڈنگ یو۔ اوور" ...... دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

"کیا رپورٹ ہے۔ اوور" ...... بلیو ایگل نے کرخت لہجے میں کہا۔

"باس رپورٹ انتہائی امید افزا ہے۔ میں ریسرچ لیبارٹری کی اہم ترین شخصیت کو توڑنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ مجھے جلد ہی اس سائنسدان کا نام اور ایجاد کا فارمولا حاصل ہو جائے گا اور میں کوشش کر رہا ہوں کہ نہ صرف فارمولا بلکہ اصل ایجاد بھی اڑا لوں تاکہ ان کے پاس کچھ بھی نہ رہے۔ اوور" ...... مارٹن نے جواب دیا۔

"بہت خوب۔ انتہائی احتیاط سے کام کرنا۔ یہ ایجاد انتہائی اہم

ہے۔ اگر یہ ہمارے ہاتھ آ گئی تو ہم اس سے اتنی دولت حاصل کر لیں گے کہ چاہیں تو پوری دنیا خرید لیں۔ اور سنو اس سائنسدان کو اس وقت تک قتل نہ کرنا جب تک یہ ایجاد اور اس کا فارمولا ہمارے پاس نہ پہنچ جائے کیونکہ اگر بفرض محال ایجاد اور فارمولا کسی طور حاصل نہ ہو سکا تو ہم اس سائنسدان کو اغوا کر کے اسے اس بات پر مجبور کر دیں گے کہ وہ نہ صرف ہمیں وہ فارمولا دے بلکہ اسے ہمارے لئے بنائے بھی سہی۔ اوور"...... بلیو ایگل نے مارٹن کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں باس۔ ویسے بھی اس ملک کے لوگ انتہائی احمق واقع ہوئے ہیں۔ ان بے چاروں میں اتنی صلاحیت بھی نہیں کہ یہ ہمارے مقابلے کا تصور تک کر سکیں۔ اوور"...... مارٹن نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"پھر بھی احتیاط انتہائی ضروری ہے۔ میں یہ کام انتہائی خاموشی سے کرنا چاہتا ہوں تاکہ کسی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہو سکے اور ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر یہاں سے نکل جائیں۔ اوور"...... بلیو ایگل نے جواب دیا۔

"بہتر باس۔ اوور"...... دوسری طرف سے مارٹن نے کہا۔

"اوور اینڈ آل"...... بلیو ایگل نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

"یہ کام تو آسانی سے نپٹ جائے گا"...... بلیو ایگل نے سامنے

کرسی پر بیٹھی ہوئی ایک خوبصورت لڑکی مارشیا سے مخاطب ہو کر کہا۔ مارشیا نہ صرف جرائم میں اس کی ساتھی تھی بلکہ وہ دونوں ہمیشہ اکٹھے رہتے تھے۔ بلیو ایگل مارشیا کے بے پناہ حسن کے ساتھ ساتھ اس کی بے پناہ صلاحیتوں کا بھی قائل تھا۔ مارشیا نے اکثر مہموں میں نہ صرف اس کا ساتھ دیا تھا بلکہ اس نے کئی بار ایسے موقعوں پر اپنی ذہانت کا استعمال کیا تھا کہ بلیو ایگل بھی اس کی ذہانت پر دنگ رہ گیا تھا۔

"تم اس مہم کو بہت آسان کہہ رہے ہو مگر میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ یہاں ہمیں ناکوں چنے چبانے پڑیں گے"...... مارشیا نے کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ارے ایسی کوئی بات نہیں ڈارلنگ۔ یہ ایک پسماندہ ملک ہے یہاں کی پولیس اور انٹیلی جنس بس نام کی ہے۔ یہ لوگ بھلا ہمارے مقابلے میں کیا کر سکتے ہیں پھر اس بار میں سب کام انتہائی خاموشی سے کرنا چاہتا ہوں۔ فارمولا اور ایجاد حاصل کرنے کے بعد ہم سائنسدان کو قتل کر دیا جائے گا اور ہم اطمینان سے یہاں سے نکل جائیں گے"...... بلیو ایگل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔ لیکن ایجاد کی اہمیت سے یہاں کی حکومت یقیناً پوری طرح واقف ہو گی اس لئے ہو سکتا ہے کہ اس کی انتہائی خفیہ طور پر حفاظت بھی کی جا رہی ہو اور ہم ان کے پھندے

میں پھنس جائیں"۔۔۔ مارشیا بدستور سنجیدہ تھی۔

"ارے یہی تو اس بات کا سب سے دلچسپ پہلو ہے کہ ریسرچ لیبارٹری کے ڈائریکٹر نے ابھی تک اس ایجاد سے حکومت کو آگاہ نہیں کیا وہ اسے مزید بہتر بنانا چاہتے ہیں۔ یہ بس اتفاق تھا کہ جرمنی میں مجھے اس ایجاد کی اطلاع مل گئی۔یہی ڈائریکٹر جرمنی کی ایک کانفرنس میں گیا ہوا تھا وہاں اس نے ایک محفل میں شراب پی لی اور پھر شراب کے نشے میں اس کے منہ سے اس ایجاد کا ذکر نکل گیا۔ اس محفل میں ہماری تنظیم کا ایک نمائندہ بھی شامل تھا اس لئے اس ایجاد کی خبر مجھ تک بھی پہنچ گئی اور پھر مجھے اس ایجاد کی اہمیت کا جیسے ہی احساس ہوا میں نے اسے حاصل کرنے کا پروگرام بنا لیا"۔۔۔ بلیو ایگل نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اچھا چھوڑو۔ مارٹن خود ہی نپٹ لے گا۔ اب کیا پروگرام ہے"۔۔۔ مارشیا نے ایک بھرپور انگڑائی لے کر کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"جو تم کہو فی الحال تو فرصت ہی فرصت ہے"۔۔۔ بلیو ایگل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کچھ تفریح کرنی چاہئے ۔یہاں کوئی اچھا سا کلب ہو تو وہاں چلتے ہیں"۔۔۔ مارشیا نے کہا۔

"یہاں میں نے شنگریلا کلب کی بڑی تعریف سنی ہے اس لئے آج میرا خیال ہے وہاں چلا جائے"۔۔۔ بلیو ایگل نے کہا۔

"تو چلو تیاری کرو میں بھی لباس بدل لوں"۔۔۔ مارشیا نے کہا اور بلیو ایگل نے سر ہلا دیا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ دونوں تیار ہو کر پورچ میں کھڑی نئی خوبصورت کار میں آ بیٹھے اور کار کوٹھی کے گیٹ سے نکل کر سڑک پر دوڑنے لگی۔ ظاہر ہے اس کا رخ شنگریلا کلب کی طرف ہی تھا۔

"اچھا تو یہ پروگرام ہے۔ بلیو اینگل کسی ایجاد کے چکر میں یہاں آیا ہوا ہے"...... عمران نے سامنے رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر کو آف کرتے ہوئے بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مگر وہ کیسی ایجاد ہے جسے بلیو اینگل اتنی اہمیت دے رہا ہے اور پھر حیرت انگیز بات یہ ہے کہ بلیو اینگل کو جرمنی میں اس ایجاد کی خبر ہو گئی لیکن ہماری حکومت اس سے ابھی تک لاعلم ہے"...... بلیک زیرو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"جیسی بھی ایجاد ہے سامنے آجائے گی۔ اگر میں اس ہلاکو خان کی صراحی کے پیندے میں خفیہ ٹرانسمیٹر فٹ نہ کر دیتا تو شاید بلیو اینگل اسے لے کر نکل بھی جاتا اور ہمیں علم تک نہ ہوتا۔ ویسے بلیک زیرو ہلاکو خان کی صراحی زیادہ اہم ایجاد ہے یا وہ جس کے پیچھے بلیو اینگل پاگل ہو رہا ہے اس بات کا فیصلہ تم کرو"...... عمران نے میز پر پڑا ہوا ٹیلی فون اپنی طرف کھسکاتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو بے اختیار

ہنس پڑا کیونکہ اس بار عمران کی ریڈی میڈ کھوپڑی نے چکر ہی نیا چلایا تھا۔ جیسے ہی ایک دوست ملک کی سیکرٹ سروس نے یہ اطلاع دی تھی کہ بلیو اینگل کسی خفیہ مہم پر ان کے ملک پہنچ چکا ہے۔ عمران نے اس کی فائل نکلوا کر پڑھی اور پھر جب اس کی اس کمزوری کا علم ہوا کہ وہ نایاب چیزیں اکٹھی کرنے کا انتہائی شوقین ہے اور جہاں جاتا ہے وہاں ایسی چیزیں تلاش کرتا رہتا ہے اور عام طور پر چھوٹے نیلام گھروں کے چکر لگاتا ہے تو اس نے فٹ پاتھ پر مجمع لگا کر الٹی سیدھی چیزیں بیچنی شروع کر دیں اور خاص طور پر ایک گندی سی صراحی وہاں رکھی جس میں ایک جدید قسم کا ٹرانسمیٹر فٹ کر دیا گیا تھا اور نتیجہ بہت اچھا رہا۔ بلیو اینگل وہ صراحی خرید کر لے گیا اور یہ اس صراحی کا کارنامہ تھا کہ اس نے ٹرانسمیٹر پر اپنے ساتھی سے جو بات چیت کی وہ دانش منزل میں بیٹھ کر یوں سنی گئی جیسے وہ براہ راست ان سے باتیں کر رہا ہو۔ عمران اتنی دیر میں ٹیلی فون کا رسیور اٹھا کر جولیا کے نمبر گھما چکا تھا۔

"جولیا سپیکنگ"...... دوسری طرف سے جولیا کی آواز رابطہ قائم ہوتے ہی سنائی دی۔

"ایکسٹو"...... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"یس سر"...... جولیا کی بوکھلاہٹ بھری آواز سنائی دی۔ نجانے کیا بات تھی کہ جولیا ایکسٹو کی آواز سنتے ہی بوکھلا جاتی تھی۔

"جولیا تم فوراً شنگریلا کلب پہنچو۔ وہاں ایک ادھیڑ عمر کا کرخت

چہرے والا غیر ملکی موجود ہو گا جس کے ساتھ ایک خوبصورت نوجوان لڑکی ہو گی۔ تم نے ان کے ساتھ تعلقات اس طور پر بڑھانے ہیں کہ انہیں ذرا سا بھی شک نہ ہو"...... عمران نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

"کیسے تعلقات"...... جولیا نے ایک بار پھر بوکھلاہٹ آمیز لہجے میں کہا۔

"جولیا۔ کیا اب تمہیں چھوٹی چھوٹی باتیں بھی سمجھانی پڑیں گی"...... عمران نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔ ویسے دل ہی دل میں وہ کہہ رہا تھا کہ کاش وہ بطور ایکسٹو نہ بول رہا ہوتا تو پھر جولیا کو تعلقات کا مطلب سمجھاتا مگر اب مجبوری تھی۔ بطور ایکسٹو وہ ایسی بات نہ کہہ سکتا تھا۔

"سس۔ سوری باس۔ میں سمجھ گئی کہ وہ کوئی مجرم ہوں گے"...... جولیا اور زیادہ بوکھلا گئی۔

"وہ صرف مجرم نہیں بلکہ انتہائی خطرناک مجرم ہیں۔ ایک خوفناک بین الاقوامی تنظیم کے سربراہ اس لئے تمہیں انتہائی محتاط رہنا ہو گا۔ تم اپنے آپ کو غیر ملکی ہی ظاہر کرنا جو سیر و تفریح کے لئے یہاں آئی ہوئی ہے۔ رہائش کسی اچھے سے ہوٹل میں رکھ لینا"۔ عمران نے اس بار قدرے نرم لہجے میں اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"بہتر باس۔ کیا صرف نگرانی ہی کرنی ہو گی"...... جولیا نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"تم کوشش کرنا کہ زیادہ سے زیادہ وقت ان کے ساتھ گزار سکو۔ مجھے دراصل ان سے ملنے والوں اور خصوصاً ایک شخص مارٹن کے متعلق معلومات چاہئیں۔ اس کے علاوہ جو بھی اہم بات ہو اس کی رپورٹ کر دینا لیکن ایک بار پھر کہہ رہا ہوں کہ ہر لحاظ سے محتاط رہنا وہ بے حد خطرناک لوگ ہیں"۔ عمران نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں۔ جولیا اپنا فرض نبھانا جانتی ہے"...... جولیا نے اس بار بڑے بااعتماد لہجے میں کہا اور عمران نے کریڈل دبا کر سلسلہ ختم کر دیا اور پھر انگلی سے ایک بار پھر نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

"صفدر سپیکنگ"...... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے صفدر کی آواز سنائی دی۔

"ایکسٹو"...... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"یس باس"...... صفدر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"صفدر تم نے جولیا کی نگرانی کرنی ہے۔ جولیا تھوڑی دیر بعد شگریلا کلب پہنچ جائے گی وہ وہاں بلیو ایگل سے تعلقات بڑھائے گی۔ تم نے اس کی مکمل نگرانی کرنی ہے"...... عمران نے اسے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"بلیو ایگل۔ وہی کارلوس مائیکل"۔ صفدر نے چونکتے ہوئے کہا۔

"ہاں وہی۔ نگرانی احتیاط سے کرنا۔ وہ لوگ انتہائی خطرناک

ہیں"...... عمران نے اسے تنبیہ کرتے ہوئے کہا۔

"بہتر باس"...... صفدر نے جواب دیا اور عمران نے رسیور کریڈل پر رکھتے ہوئے بلیک زیرو سے کہا۔

"بلیک زیرو۔ تم باقی تمام ممبروں کو حکم دے دو کہ ریسرچ لیبارٹری کی عمارت اور اس میں کام کرنے والے اہم سائنسدانوں کی نگرانی کریں اور خاص طور پر کیپٹن شکیل کو ڈائریکٹر سر عبدالرشید کی نگرانی پر لگا دینا کیونکہ اس تمام گیم میں مجھے وہی اہم مہرہ نظر آ رہا ہے"...... عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی سب کو احکامات دے دیتا ہوں"۔ بلیک زیرو نے ٹیلی فون اپنی طرف کھسکاتے ہوئے جواب دیا۔

"میں خود ذرا سر عبدالرشید سے ملنا چاہتا ہوں تاکہ اس سے ایجاد کے بارے میں تفصیلی گفتگو کر سکوں"...... عمران نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"مگر وہ ایسے آپ کو کیا بتائے گا۔ آپ پہلے بطور ایکسٹو اس سے بات کر لیں"...... بلیک زیرو نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

"ارے میں ایکسٹو کو کیا سمجھتا ہوں کہ وہ میری سفارش کرے کسی دن غصہ آیا تو ایکسٹو کا نقاب چھین کر اسے بیچ چوراہے میں ناچنے پر مجبور کر دوں گا۔ ہاں"...... عمران نے بڑے غصیلے لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے باہر نکلتا چلا گیا اور بلیک زیرو اس کی اس بات پر بے اختیار ہنس دیا۔

"مارٹن تم کتنے اچھے اور کتنے پیارے ہو۔ کاش تم مجھے پہلے مل جاتے تو اتنے برس میں بھٹکتی نہ رہتی"...... نوجوان لڑکی نے مارٹن کا ہاتھ دباتے ہوئے بڑے والہانہ لہجے میں کہا۔ اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں شدت اور محبت کی چمک تھی۔

"ڈارلنگ۔ تم سے زیادہ حسین لڑکی مجھے پوری دنیا میں دکھائی نہیں دی۔ یقین کرو جب سے میں نے تمہیں دیکھا ہے بس یوں لگتا ہے جیسے مجھے اپنی منزل مل گئی ہو"...... مارٹن نے جواب میں اپنے لہجے میں محبت کی مٹھاس بھرتے ہوئے کہا۔

"مارٹن وعدہ کرو مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ گے۔ یقین کرو میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی"...... نوجوان لڑکی نے بڑے لاڈ بھرے لہجے میں کہا اور مارٹن کا دل چاہا کہ اسے اٹھا کر دیوار سے دے مارے لیکن چونکہ اس نے اس سے اہم ترین مقصد نکالنا تھا اس لئے مجبوراً اسے

محبت کا یہ ڈرامہ رچانا پڑ رہا تھا ورنہ سوشیلا میں ایسی کوئی بات نہیں تھی جس پر مارٹن جیسا وجیہ اور خوبصورت آدمی ایک نظر بھی ڈال دیتا۔ سوشیلا ریسرچ لیبارٹری کے ڈائریکٹر سر عبدالرشید کی پرسنل سیکرٹری تھی۔ جسمانی طور پر وہ صرف نوجوان تھی اور اس میں کوئی ایسی بات نہ تھی کہ مارٹن جیسا غیر ملکی اس پر فریفتہ ہوتا لیکن مارٹن نے اسے اپنی محبت کا کچھ ایسا یقین دلایا تھا کہ سوشیلا اس پر مر مٹی تھی اور اب اکثر شامیں ان کی اکٹھی گزرتی تھیں۔ اس وقت بھی دونوں ساحل سمندر پر ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ایک چھوٹے سے ٹیلے پر بیٹھے ہوئے تھے۔

"ڈارلنگ۔ آخر تم ان بوڑھے سائنسدانوں میں رہ کر کس طرح وقت گزارتی ہو"...... مارٹن نے اپنے مطلب کی طرف آنے کے لئے تمہید باندھتے ہوئے کہا۔

"بس ڈیئر۔ نوکری جو کرنی ہوئی۔ اچھی خاصی تنخواہ مل جاتی ہے"...... سوشیلا نے مارٹن کے کندھے پر سر رکھتے ہوئے کہا۔

"اچھا یہ بتاؤ تمہارا یہ باس کیسا آدمی ہے"...... مارٹن نے پوچھا۔

"بے حد شریف آدمی ہے"...... سوشیلا نے مختصر سا جواب دیا۔ اسے دراصل ان باتوں سے بوریت ہو رہی تھی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ مارٹن یہ خشک اور بور باتیں کرنے کی بجائے پیار و محبت کی باتیں کرے۔

"مجھے بھی سائنسی ایجادوں سے ہمیشہ دلچسپی رہی ہے۔ میرا بھی جی چاہتا ہے کہ کسی سائنسی لیبارٹری میں کوئی ریسرچ ورک کروں مگر مقدر نے مجھے دوسری لائن پر لگا دیا ہے۔ امپورٹ ایکسپورٹ کے بزنس میں"...... مارٹن نے ہنستے ہوئے کہا۔

"چھوڑو مارٹن ان خشک باتوں کو۔ محبت کی بات کرو۔ یہ بتاؤ کہ تم مجھ سے کب شادی کر رہے ہو۔ اب میں تنہا رہتے رہتے اکتا گئی ہوں۔ میرا گھر ہو، تمہارے جیسا خوبصورت شوہر اور ننھے منے پیارے پیارے بچے ہوں"...... سوشیلا نے بڑے خوابناک لہجے میں کہا۔

"جی تو میرا بھی یہی چاہتا ہے مگر"...... مارٹن نے جان بوجھ کر فقرہ نامکمل چھوڑ دیا۔

"مگر کیا"...... سوشیلا نے چونک کر سیدھے ہوتے ہوئے پوچھا۔

"مگر ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے جب تک وہ رکاوٹ دور نہ ہو میں شادی نہیں کر سکتا"...... مارٹن نے افسردہ لہجے میں کہا۔

"کیا رکاوٹ ہے مجھے نہیں بتاؤ گے۔ ہو سکتا ہے اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لئے کچھ مدد بھی کر سکوں"...... سوشیلا نے جواب دیا۔

"وہ تمہارے بس کی بات نہیں۔ بہرحال میں کوشش کر رہا ہوں کہ جلد از جلد یہ رکاوٹ دور ہو جائے۔ لیکن ہو سکتا ہے اس میں دس سال لگیں یا بارہ۔ کچھ کہا نہیں جا سکتا"...... مارٹن نے خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔

"آخر ایسی کون سی بات ہے مجھے نہیں بتاؤ گے"...... سوشیلا نے ضد کرتے ہوئے کہا۔

"کیا کرو گی سن کر۔ نہ ہی پوچھو تو اچھا ہے۔ بس وقت گزر رہا ہے اتنا کافی ہے"...... مارٹن نے جان بوجھ کر اس کے تجسس کو ہوا دیتے ہوئے کہا۔

"بتاؤ بھی بس خواہ مخواہ بات لمبی کئے جا رہے ہو"۔ سوشیلا نے ناراض ہوتے ہوئے کہا۔

"اگر تم ضد کرتی ہو تو سنو۔ میں نے اپنی فرم کے لئے یورپ کے ایک مشہور غنڈے سے دس لاکھ ڈالر سود پر لئے تھے لیکن میری توقع کے مطابق میرا کاروبار اس حد تک نہیں پہنچ سکا کہ میں اس کے دس لاکھ ڈالر بمعہ سود کے اتار دوں۔ میں نے اسے ایک لاکھ ڈالر تو واپس کر دیئے ہیں مگر اب سود ملا کر اٹھارہ لاکھ ڈالر بن چکے ہیں اور مجھے ہر وقت اس بات کا خطرہ رہتا ہے کہ کسی وقت وہ اپنا ادھار چکانے کا حکم نہ دے دے۔ ظاہر ہے کہ میرا تمام سرمایہ کاروبار میں پھنسا ہوا ہے اس لئے میں فوری طور پر اسے قرضہ واپس نہیں کر سکتا اور اگر میں قرضہ واپس نہ کر سکا تو نہ صرف وہ میرے کاروبار پر قبضہ کر لے گا بلکہ اس کے خون آشام غنڈے مجھے قتل بھی کر دینے سے دریغ نہیں کریں گے"...... مارٹن نے رک رک کر اور بڑے افسردہ لہجے میں اس رکاوٹ کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اٹھارہ لاکھ ڈالر۔ یہ تو بہت بڑی رقم ہے۔ اتنی بڑی رقم جس کی

ادائیگی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا"...... سوشیلا نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں بظاہر تو ایسا ہی ہے لیکن اگر میں کوئی ایسی ایجاد کرنے میں کامیاب ہو جاؤں جسے دنیا کی کوئی حکومت خرید لے تو اٹھارہ لاکھ ڈالر مہیا کئے جا سکتے ہیں اسی لئے تو سوچتا ہوں کہ کاش کسی لیبارٹری میں ریسرچ کر کے ایسی کوئی ایجاد کر سکتا"...... مارٹن نے دانہ ڈالتے ہوئے کہا۔

"ایجاد"...... سوشیلا نے چونکتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر تذبذب اور الجھن کے آثار نمایاں تھے۔

"ہاں۔ ایسی ایجادیں بھی ہوتی رہتی ہیں جنہیں دنیا کے بڑے بڑے ملک لمبی رقمیں دے کر خریدنے کے خواہاں رہتے ہیں"۔ مارٹن نے جواب دیا۔

"لیکن کسی بھی ملک کی ایجاد دوسرے ملک کو پہنچانا غداری نہیں ہوتی"...... سوشیلا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"میری جان غداری کا لفظ تو بہت چھوٹا لفظ ہے۔ موجودہ دور میں پوری دنیا ایک ہو چکی ہے جہاں آدمی سکون سے رہے وہی اس کا ملک ہوتا ہے۔ اب تم سوچو اگر کسی ملک میں ہمارا ایک بہت بڑا گھر ہو۔ پیارے پیارے بچے ہوں۔ لمبی لمبی کاریں اور ہر قسم کا عیش و آرام میسر ہو تو کیا ایسا سوچنا غداری ہے جبکہ دوسری صورت میں زندگی بس روتے دھوتے گزرے گی"...... مارٹن نے لوہا گرم دیکھتے

ہوئے بھرپور چوٹ لگائی۔

"ہاں۔ تم بالکل صحیح کہہ رہے ہو۔ محبت کرنے والا شوہر اور پیارے پیارے بچے دنیا کی سب سے بڑی دولت ہیں اور اس کے سامنے ہر نظریہ باطل ہے۔ میکن"...... سوشیلا کچھ کہتے کہتے چپ ہو گئی۔

"چلو چھوڑو میں نہ کہتا تھا کہ تم پریشان ہو جاؤ گی۔ میں کبھی نہ کبھی اس قرضے کو اتار ہی ڈالوں گا چاہے میں اس قرضے کو اتارتے اتارتے بوڑھا ہی کیوں نہ ہو جاؤں۔ لیکن یہ میرا وعدہ ہے کہ شادی میں تم سے ہی کروں گا یا پھر ہمیشہ کے لئے ہی"......مارٹن نے فقرہ مکمل کرنا چاہا تھا لیکن سوشیلا نے تڑپ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ایسا نہ کہو مارٹن۔ میں تمہاری مدد کروں گی۔ تم جلد ہی اپنا قرضہ اتار دو گے"...... سوشیلا نے جذبات سے مغلوب ہوتے ہوئے کہا۔

"تم میری کیسے مدد کرو گی"...... مارٹن نے لہجے میں مصنوعی حیرت پیدا کرتے ہوئے کہا۔ ویسے دل ہی دل میں وہ بے حد خوش تھا کہ تیر ٹھیک نشانے پر پڑا ہے۔

"سنو مارٹن۔ ابھی چند روز قبل ہماری لیبارٹری کے ایک سائنسدان نے ایک ایسی ایجاد کی ہے جو انتہائی حیران کن ہے۔ اس کا تجربہ بھی کیا جا چکا ہے۔ یہ ایجاد ایسی ہے جسے دنیا کا ہر ملک جنگی

نقطہ نظر سے بڑھ چڑھ کر بولی لگا کر خریدے گا۔ میں اس ایجاد کا فارمولا حاصل کرنے کی کوشش کروں گی"...... سوشیلا نے رازدارانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ اگر ایسا ہو جائے تو یقین کرو سوشیلا ہم دونوں ہمیشہ کے لئے پیار کے بندھن میں بندھ جائیں گے اور پھر دنیا کی کوئی طاقت ہمیں جدا نہیں کر سکے گی"...... مارٹن نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"ایسا ضرور ہو گا چاہے اس ایجاد کے حصول کے لئے مجھے اپنی جان ہی کیوں نہ دینی پڑے"...... سوشیلا نے کہا۔

"جان دینی پڑے۔ کیا مطلب۔ تم خود اس لیبارٹری میں کام کرتی ہو تمہارے لئے اس میں کیا مشکل ہو سکتی ہے"...... مارٹن نے کہا۔

"تم نہیں سمجھتے مارٹن۔ ہماری لیبارٹری میں سائنسی فارمولوں کی حفاظت کے لئے انتہائی ٹھوس اقدامات کئے گئے ہیں۔ تمام فارمولے الٹرا وائلٹ شعاعوں سے گھرے ہوئے سٹور روم میں رکھے جاتے ہیں اور ان الٹرا وائلٹ شعاعوں سے قبل کیرومانٹ شعاعوں کا جال موجود ہے۔ اگر ان سب کو توڑ کر کوئی اس سٹور میں داخل بھی ہو جائے تو پھر رانفنس جنگور حفاظتی فارمولے سے اس کا واسطہ پڑ جاتا ہے اور اس فارمولے کے تحت مخصوص الماری اسی صورت میں کھل سکتی ہے جبکہ آنے والے کے جسم کے ایک ایک بال کی مائیکرو کمپیوٹر چیکنگ نہ ہو جائے"...... سوشیلا نے تفصیل بتاتے

ہوئے کہا۔

"آخر اور لوگ بھی تو اس فارمولے کو تجربے کے لئے اٹھاتے رکھتے ہوں گے"...... مارٹن نے پریشان ہوتے ہوئے پوچھا۔

"صرف ڈائریکٹر عبدالرشید اس سٹور میں داخل ہو سکتا ہے اور وہ بھی اس وقت جب اس کی کمپیوٹرائزڈ چیکنگ اور ایم ایم تھراپی مکمل نہ ہو جائے۔ دوسرے لفظوں میں اس کے جسم کے ایک ایک بال اور ذہن کی آخری تہوں کو کھنگال نہ لیا جائے۔ اس کے علاوہ جدید ترین اسلحے سے مسلح کئی خونخوار دربان سٹور کے چاروں طرف موجود ہوتے ہیں"...... سوشیلا نے جواب دیا۔

"اس کا ایک آسان حل اور بھی ہے کہ کیوں نہ اس سائنسدان کو اغوا کر لیا جائے جس نے یہ ایجاد کی ہے اور پھر اس سے یہ فارمولا اگلوا لیا جائے"...... مارٹن نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ لیبارٹری کا اصول ہے کہ جب کوئی فارمولا تجرباتی طور پر کامیاب ہو جائے تو پھر اس کو ایجاد کرنے والے کا ذہن اس فارمولے کی حد تک صاف کر دیا جاتا ہے تاکہ کوئی غلط آدمی اس فارمولے کے متعلق اس سے نہ پوچھ سکے اور دوسری بات یہ کہ وہ خود بھی اس کا غلط استعمال نہ کر سکے۔ اب چونکہ یہ ایجاد تجرباتی طور پر کامیاب ہو چکی ہے اس لئے اصول کے مطابق اسے ایجاد کرنے والے سائنسدان کا ذہن اس ایجاد کی حد تک صاف کر دیا گیا ہو گا"...... سوشیلا نے جواب دیا۔

"اوہ۔ یہ بہت برا ہوا۔ اب تو ہر حالت میں اس فارمولے کو ہی حاصل کرنا ہو گا۔ کچھ کرو سوشیلا۔ کوئی راستہ نکالو"...... مارٹن نے سوشیلا کے دونوں ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

"تم فکر نہ کرو میں ایک دو روز میں اس سارے نظام میں کوئی کمزوری ڈھونڈ نکالوں گی۔ آج تک میں نے اس پہلو پر غور ہی نہیں کیا تھا۔ بہرحال اب تمہاری اور اپنے گھر کی خاطر میں سب کچھ کر گزروں گی"...... سوشیلا نے بڑے عزم بھرے لہجے میں کہا۔

"ویری گڈ۔ واقعی تم اس قابل ہو کہ تم سے محبت کی جائے۔ تم ایسا کرو کہ اس نظام کی تمام تفصیلات مجھے بھی بتا دینا میں بھی اپنے طور پر کوشش کروں گا کہ تم سے تعاون کر سکوں کیونکہ بہرحال یہ ہم دونوں کا مشترکہ مسئلہ ہے"...... مارٹن نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے میں کل تمہیں اس نظام کے متعلق تمام تفصیلات کوڈ ورڈز اور نقشہ بھی بنا کر دے دوں گی۔ تم بھی غور کرنا اور میں بھی۔ مجھے یقین ہے کہ جلد ہی اس کا کوئی حل نکل آئے گا"۔ سوشیلا نے کہا اور مارٹن کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا۔

عمران کی کار خاصی تیز رفتاری سے ریسرچ لیبارٹری کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔ وہ دراصل اس ایجاد کا واضح خاکہ معلوم کرنا چاہتا تھا جسے حاصل کرنے کے لئے بلیو ایگل یہاں آیا تھا اس سے پہلے ریسرچ لیبارٹری کے ڈائریکٹر سر عبدالرشید سے کبھی نہ ملا تھا کیونکہ اسے ضرورت ہی نہ پڑی تھی اور اسے پتہ چلا تھا کہ سر عبدالرشید دو سال قبل بیرون ملک سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے یہاں آئے تھے اور انہوں نے آتے ہی اپنی قابلیت کی بنا پر لیبارٹری کے ڈائریکٹر کا عہدہ حاصل کر لیا تھا ان سے قبل لیبارٹری کے انچارج سر اعظم تھے جن سے عمران نہ صرف اچھی طرح واقف تھا بلکہ ان کے ساتھ عمران کے خاندانی تعلقات استوار تھے اور کتنے عرصے تک سر اعظم کی یہ خواہش رہی تھی کہ ان کی لڑکی کی شادی عمران سے ہو جائے مگر پھر عمران کی افتاد طبع دیکھتے ہوئے انہوں نے یہ ارادہ ترک کر دیا تھا اور لڑکی

کی شادی کہیں اور کر دی تھی ان کی ریٹائرمنٹ کے بعد ہی سر عبدالرشید نے یہ عہدہ سنبھالا تھا۔ عمران چاہتا تو سر اعظم کو درمیان میں ڈال کر وہ سر عبدالرشید سے تمام مطلوبہ معلومات حاصل کر سکتا تھا لیکن اس ایجاد کے سلسلے میں وہ کم سے کم لوگوں کو درمیان میں ڈالنا چاہتا تھا۔ اس لئے وہ براہ راست سر عبدالرشید کے پاس پہنچ گیا اس نے لیبارٹری سے فون کر کے یہ معلوم کر لیا تھا کہ سر عبدالرشید اس وقت اپنی کوٹھی میں موجود ہیں۔ جو ریسرچ لیبارٹری کے اندر ہی واقع ہے اس لئے اس کی کار ریسرچ لیبارٹری کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ریسرچ لیبارٹری کے عظیم الشان گیٹ پر پہنچ گیا۔ یہاں مسلح پہرہ تھا۔ عمران نے کار گیٹ کے قریب روکی اور پھر اتر کر سیدھا گیٹ سے ملحقہ کیبن کی طرف چل پڑا جہاں مسلح دستے کا انچارج بیٹھا ہوا تھا۔

"السلام علیکم یا انچارج صاحب"...... عمران نے اندر داخل ہوتے ہی سامنے طویل و عریض میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے انچارج سے مخاطب ہو کر کہا جو نہ صرف خاصا لحیم شحیم تھا بلکہ اس کی بڑی بڑی مونچھیں بھی یوں اکڑی ہوئی تھیں جیسے اس کی ناک میں دو کبوتر گھس گئے ہوں اور ان کی دمیں باہر رہ گئی ہوں۔

"وعلیکم السلام فرمایئے"...... انچارج نے بڑے کرخت لہجے میں عمران کو سر سے پیر تک دیکھتے ہوئے قدرے کرخت لہجے میں کہا۔

"واہ واہ زندگی میں پہلی بار صحیح قدر شناس سے ملاقات ہوئی ہے۔

جو سلام کا جواب دیتے ہی تازہ کلام سننے کے لئے تیار ہو گیا ہے۔ بہت خوب تو سنئے تازہ غزل کہی ہے"...... عمران نے بڑے اطمینان سے سامنے پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"مونچھیں میرے عاشق کی یوں ہیں جیسے ریلوے لائن کی پٹڑیاں ہوں۔ معاف کیجئے قافیہ ردیف تو نہیں بنا لیکن بہرحال جدید دور کے شعراء ایسے ہی ہوتے ہیں۔ قافیہ ردیف والی شاعری کا زمانہ تو لد گیا"...... عمران نے شعر سنانے کے ساتھ ساتھ خود ہی معذرت بھی شروع کر دی۔

"کیا آپ پاگل ہیں"...... انچارج نے انتہائی غصیلے لہجے میں بڑے کڑکدار انداز میں کہا۔

"نہیں جناب بھلا آپ کا عہدہ میں کیسے سنبھال سکتا ہوں۔ یہ آپ کو ہی مبارک رہے"...... عمران نے بڑے سعادت مندانہ لہجے میں جواب دیا۔

"شٹ اپ یو نانسنس"...... انچارج بری طرح کڑکا۔

"اچھا۔ اچھا میں سمجھ گیا آپ انگریزی میں شاعری کرتے ہیں۔ بہت خوب ماشا۔ اللہ اچھا مصرعہ ہے شٹ اپ نانسنس۔ دوسرا مصرعہ کیا ہے حضرت"...... عمران نے باقاعدہ داد دینے والے انداز میں کہا اور انچارج کا چہرہ یوں سرخ ہو گیا جیسے اس کے سارے جسم کا خون سمٹ کر اس کے چہرے پر آ گیا ہو وہ کھا جانے والی نظروں سے چند لمحوں تک اس کو گھورتا رہا پھر اس نے چیخ کر ایک سپاہی کو

بلایا۔

"اسے باہر نکالو۔ دھکے دے کر باہر نکالو"...... اس نے اندر آنے والے سپاہی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بھئی کمال ہے پہلا مصرعہ انگریزی اور دوسرا اردو میں یہ دوغلی شاعری بھی خوب ہے"...... عمران نے کہا اور پھر اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹا سا کارڈ نکال کر انچارج کے سامنے یوں پھینک دیا جیسے بچے کو بہلانے کے لئے اس کے سامنے ٹافی پھینکی جاتی ہے۔ ادھر سپاہی جو عمران کو بازو سے پکڑنے کے لئے آگے بڑھ رہا تھا اسے کارڈ پھینکتے دیکھ کر یکدم رک گیا انچارج نے بڑے غصیلے انداز میں کارڈ پر نظریں ڈالیں اور دوسرا لمحہ اس پر قیامت بن کر ٹوٹا ایک لمحے کے لئے اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں وہ بت بنا کارڈ کو گھورتا رہا پھر اس نے سر جھٹک کر اپنے آپ کو سنبھالا۔

"علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) چیف ڈائریکٹر سنٹرل ریسرچ کونسل"...... انچارج نے پھٹی پھٹی آواز میں کارڈ پر لکھی ہوئی عبارت اور درمیان میں سنٹرل ریسرچ کونسل کے مخصوص شناختی نشان کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی آپ کا خادم اب سناؤں غزل"...... عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اوہ ویری سوری جناب میرا آپ سے تعارف نہ تھا اور پھر آپ کے

آنے کی اطلاع بھی ہمیں نہیں ملی"...... انچارج کی ساری کرختگی کارڈ اور اس پر بنے ہوئے شناختی نشان کو دیکھتے ہی غائب ہو گئی تھی اور اب وہ سراپا انکسار بنا ہوا تھا اور ظاہر ہے اسے بننا ہی تھا کیونکہ سنٹرل ریسرچ کونسل ملک میں ریسرچ کا سب سے بڑا ادارہ تھا اور ریسرچ لیبارٹری بھی اس کے تحت آتی تھی اور پھر اس کا چیف ڈائریکٹر، اس بے چارے انچارج غریب کی کیا جگہ تھی۔

"چلو تم نہیں سنتے تو میں سر عبدالرشید کو سنا دوں گا بہرحال تازہ غزل تو ضرور سنانی ہے"...... عمران نے بڑے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"میں انہیں اطلاع کرتا ہوں جناب"...... انچارج نے کہا اور پھر اس نے میز پر پڑے ہوئے انٹرکام کا بٹن دبایا۔

"یس سر"...... دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"سر عبدالرشید سے بات کرائیں میں گیٹ انچارج بول رہا ہوں"...... انچارج نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ایک منٹ ہولڈ کیجئے"...... دوسری طرف سے شاید آپریٹر بول رہی تھی۔

"عبدالرشید سپیکنگ۔ کیا بات ہے"...... چند لمحوں بعد انٹرکام میں ایک سپاٹ آواز گونجی۔

"سر یہاں گیٹ پر سنٹرل ریسرچ کونسل کے چیف ڈائریکٹر علی عمران صاحب موجود ہیں اور آپ سے ملنا چاہتے ہیں"...... انچارج نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"سنٹرل ریسرچ کونسل کے چیف ڈائریکٹر علی عمران"...... سر عبدالرشید نے سوچتے ہوئے کہا پھر ایک لمحے کی خاموشی کے بعد ان کی آواز ابھری۔

"انہیں کوٹھی پر لے آؤ میں ان کا منتظر ہوں"...... سر عبدالرشید نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

"آیئے سر میں خود آپ کے ساتھ چلتا ہوں"...... انچارج نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے اس تکلیف کی ضرورت نہیں ہے تم کوئی سپاہی میرے ساتھ کر دو"...... عمران نے بڑے بے نیازانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"روشن دین۔ صاحب کو ساتھ لے جاؤ اور انہیں سر عبدالرشید کی کوٹھی تک پہنچا آؤ"...... انچارج نے کمرے میں کھڑے ہوئے مسلح سپاہی سے کہا۔

"یس سر آیئے سر"...... سپاہی نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا عمران بھی اس کے پیچھے باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر بعد سپاہی کی رہنمائی میں وہ کار چلاتا ہوا ایک چھوٹی سی کوٹھی کے پورچ میں پہنچ گیا۔ سپاہی اسے وہاں پہنچا کر سلام کرتا ہوا واپس چلا گیا اور عمران کار کا دروازہ بند کر کے برآمدے سے ہوتا ہوا سائیڈ کے کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا یہاں ایک مسلح سپاہی ہاتھ میں مشین گن پکڑے بڑی مستعدی سے پہرہ دے رہا تھا۔ اس کے

انداز سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی صورت میں عمران کو دروازے کے اندر داخل نہ ہونے دے گا۔

"السلام و علیکم بھائی سپاہی صاحب"...... عمران نے اس کے قریب پہنچ کر بڑے فدویانہ انداز میں ماتھے پر ہاتھ رکھ کر سلام کرتے ہوئے کہا اور سپاہی اس کے عجیب وغریب رویے پر ششدر رہ گیا۔

"بھائی صاحب۔ یہاں کوئی عبدالرشید صاحب رہتے ہیں۔ سنا ہے کسی لاٹری دائری کے انچارج ہیں"...... عمران نے یوں پوچھا جیسے کوئی جاہل دیہاتی شہر میں آکر اپنے کسی عزیز کا پتہ پوچھتا ہوا پھر رہا ہو۔

"یہ سر عبدالرشید کی کوٹھی ہے آپ یہاں کیسے پہنچ گئے"۔ سپاہی نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

"بھائی میں کار پر بیٹھ کر آیا ہوں اور یہ کوٹھی کیا ہوتی ہے۔ مکان تو ہوتا ہے یا پھر کوٹھا اور اگر کوٹھا بھی نہ ہو تو کوٹھڑی۔ لیکن یہ کوٹھی"...... عمران کی زبان چل نکلی تھی۔

"کوٹھی کا مطلب ہے بنگلہ"...... سپاہی نے عمران کو ازراہ ترحم سمجھاتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔ اچھا میں سمجھ گیا وہ بنگال قسم کی کوئی چیز ہے۔ ٹھیک ہے لیکن وہ ہیڈ عبدالرشید"...... عمران نے مسکی سی صورت بنا کر کہا پھر اس سے پہلے کہ سپاہی کوئی جواب دیتا اچانک دروازہ کھلا اور ایک بارعب اور پروقار شخصیت کا مالک دروازے پر نظر آیا۔

"کیا بات ہے یونس اور آپ کون ہیں"...... آنے والے نے پہلے سپاہی سے مخاطب ہو کر پوچھا اور پھر براہ راست عمران سے مخاطب ہو گیا۔

"صاحب جی سلام۔ مجھے ہیڈ عبدالرشید صاحب سے ملنا ہے میرا نام علی عمران ہے"...... عمران نے بڑے عاجزانہ لہجے میں باقاعدہ سلام کرتے ہوئے کہا۔

"ہیڈ عبدالرشید آپ وہی علی عمران تو نہیں جس کے متعلق گیٹ کے انچارج نے ابھی ٹیلی فون کیا تھا"...... آنے والے نے حیرت بھرے انداز میں پوچھا اس کے چہرے سے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ عمران کی شخصیت کے بارے میں الجھ گیا ہو۔

"ارے ہاں آپ کو پتا لگ گیا۔ بھئی کمال ہے آپ تو نجومی ہیں ذرا جلدی سے زائچہ نکال کر بتایئے کہ ہیڈ عبدالرشید صاحب کہاں ملیں گے"...... عمران نے خوشی سے دونوں ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"آپ چیف ڈائریکٹر سنٹرل ریسرچ کونسل ہیں"...... آنے والے نے عمران کو سر سے پیر تک دیکھتے ہوئے یقین نہ آنے والے لہجے میں کہا۔

"کمال ہے آپ تو نجومیوں کے بھی استاد ہیں۔ بغیر زائچہ نکالے سارا حال آپ کو معلوم ہے۔ واہ واہ آپ یہاں بنگلہ از قسم بنگال میں سوری کوٹھی میں کیا کر رہے ہیں۔ چلئے کسی فٹ پاتھ پر ڈیرہ لگا لیتے ہیں خوب کمائی ہو گی"...... عمران نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔

"آپ اندر آجایئے" ...... سر عبدالرشید نے کچھ لمحوں کے تذبذب کے بعد ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا ان کی آنکھوں میں گہری سوچ کے آثار نمایاں تھے۔

"اچھا اچھا شکریہ۔ میں تو سمجھا تھا ساری زندگی کا حال آپ یہیں دروازے پر کھڑے کھڑے ہی بتا دیں گے"...... عمران نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"تشریف رکھئے" ...... سر عبدالرشید نے اس بار قدرے کرخت لہجے میں کہا اور عمران یوں کرسی پر ڈھیر ہو گیا جیسے اسے ایک لمحے کے لئے بھی دیر ہو گئی تو اس پر آفت ٹوٹ پڑے گی۔

"اپنا شناختی کارڈ دکھایئے" ...... سر عبدالرشید کا لہجہ ضرورت سے زیادہ ہی کرخت ہوتا چلا جا رہا تھا۔

"شناختی کارڈ۔ کمال ہے آپ کو ایک انسان کی زبان پر اعتبار نہیں ہے اور ایک کاغذ کے پرزے پر زیادہ اعتماد ہے"...... عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"یونس" ...... سر عبدالرشید نے اچانک باہر کھڑے ہوئے مسلح سپاہی کو آواز دی۔

"یس سر"...... سپاہی نے تیزی سے اندر داخل ہوتے ہوئے جواب دیا۔

"ان صاحب کو کوئی حرکت نہ کرنے دینا۔ میں ذرا سنٹرل ریسرچ کونسل سے بات کر لوں"...... سر عبدالرشید نے تیز نظروں

سے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور سپاہی نے مشین گن یوں عمران پر تان لی جیسے وہ ذرا بھی اپنی جگہ سے ہلا تو وہ گولی چلا دے گا لیکن عمران یوں اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا جیسے اسے کسی بات کی پرواہ ہی نہ تھی۔ سر عبدالرشید نے ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا اور پھر آپریٹر سے سنٹرل ریسرچ کونسل کا نمبر ملانے کے لئے کہا وہ ٹیلی فون کرنے کے ساتھ ساتھ عمران کو بھی گھورتے جا رہے تھے۔ ان کے انداز سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے انہوں نے کوئی بہت بڑا غیر ملکی جاسوس پکڑ لیا ہو۔

"سر بات کیجئے"...... چند لمحوں بعد آپریٹر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ہیلو میں عبدالرشید ڈائریکٹر ریسرچ لیبارٹری بول رہا ہوں"۔ سر عبدالرشید نے بڑے پروقار لہجے میں کہا۔

"یس سیکرٹری ٹو چیف ڈائریکٹر فرمایئے"...... دوسری طرف سے ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

"چیف ڈائریکٹر صاحب سے بات کرایئے"...... سر عبدالرشید نے سخت لہجے میں کہا۔

"معاف کیجئے وہ آپ سے ہی ملنے کے لئے یہاں سے گئے ہوئے ہیں۔ کیا آپ کے پاس نہیں پہنچے"...... دوسری طرف سے حیرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

"اوہ کیا نام ہے ان کا"...... سر عبدالرشید نے الجھے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"علی عمران صاحب"...... سیکرٹری نے جواب دیا اور سر عبدالرشید کے چہرے پر ایسے تاثرات ابھر آئے جیسے انہیں کسی نے اچانک گہرے کنوئیں میں دھکیل دیا ہو۔

"مگر پہلے تو انہیں صادق صاحب چیف ڈائریکٹر تھے"...... سر عبدالرشید نے رک رک کر پوچھا۔

"آپ کی بات درست ہے جناب انہیں حکومت نے ڈیپوٹیشن پر کہیں بھیج دیا ہے اب علی عمران صاحب ہی چیف ڈائریکٹر ہیں نوجوان آدمی ہیں۔ وہ اگر ابھی تک آپ کے پاس نہیں پہنچے تو پہنچنے ہی والے ہوں گے"...... سیکرٹری نے جواب دیا۔

"او کے تھینک یو"...... سر عبدالرشید نے بڑے ڈھیلے لہجے میں جواب دیا اور پھر رسیور یوں کریڈل پر رکھ دیا جیسے ہارا ہوا جواری آخری بازی ہارنے کے بعد پتے رکھتا ہے۔

"تم باہر جاؤ یونس"...... سر عبدالرشید نے سپاہی سے کہا اور سپاہی تیزی سے واپس مڑا اور پھر کمرے سے باہر نکل گیا عمران کے لبوں پر پراسرار سی مسکراہٹ تیر رہی تھی وہ اس لئے مطمئن تھا کیونکہ وہ اس بات کا انتظام وہ پہلے ہی کر کے آیا تھا انہیں صادق صاحب سے اس کی پرانی واقفیت تھی دانش منزل سے نکل کر اس نے پہلے انہیں فون کر کے سارا پروگرام طے کر لیا تھا اور ظاہر ہے انہوں نے سیکرٹری کو اس بارے میں ہدایات دے دی تھیں۔

"مجھے افسوس ہے جناب کہ میں آپ کو غلط سمجھا"...... سر

عبدالرشید نے معذرت بھرے انداز میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"انسان سے غلطی ہو ہی جاتی ہے لیکن جس غلطی کا نتیجہ ملک کے لئے نقصان کی صورت میں نکلے اس غلطی کی سزا بہت سخت ہونی چاہئے"...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا اور اس کے چہرے سے حماقتوں کی نقاب یوں اتر گئی کہ سر عبدالرشید بری طرح چونک پڑے تھے۔

"کیا مطلب آپ کیا کہہ رہے ہیں"...... سر عبدالرشید نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"سر عبدالرشید اس لیبارٹری پر حکومت کروڑوں روپے اس لئے خرچ نہیں کرتی کہ آپ جو نئی ایجادیں کریں وہ حکومت کے کام آنے کی بجائے مجرموں کے ہتھے چڑھ جائے"...... عمران کا لہجہ بے حد سخت تھا۔

"ایجاد مجرم۔ آپ، کیا کہہ رہے ہیں"...... سر عبدالرشید کی آنکھوں میں شدید الجھن کے تاثرات ابھر آئے۔

"سر عبدالرشید آپ کی لیبارٹری میں ایک اہم ترین ایجاد ہوئی ہے اور آپ نے اس ایجاد کے سلسلے میں حکومت کو سرے سے آگاہ ہی نہیں کیا حالانکہ بین الاقوامی مجرم اس ایجاد کو حاصل کرنے کے لئے میدان میں کود پڑے ہیں"...... عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"آپ کو اس ایجاد کے بارے میں کیسے علم ہوا اور بین الاقوامی

مجرم۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں"...... سر عبدالرشید کا چہرہ یکلخت سرخ ہو گیا۔

"سر عبدالرشید آپ یا آپ کے ساتھیوں کی حب الوطنی یا دیانتداری پر مجھے کوئی شبہ نہیں لیکن آپ صرف سائنسدان ہیں۔ آپ کو یہ علم نہیں کہ آپ کی ایجاد کا بھانڈا پھوٹ چکا ہے اور آپ نے خود ہی یہ راز منکشف کیا ہے اور مجرموں نے اس کے حصول کے لئے جال پھیلا دیا ہے"...... عمران اب پوری طرح سنجیدہ تھا۔

"میں نے۔ یہ ناممکن ہے۔ میری زبان سے اس سلسلے میں ایک لفظ بھی نہیں نکل سکتا"...... سر عبدالرشید نے بڑے مضبوط لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آپ نے گذشتہ دنوں جرمنی میں ایک سائنس کانفرنس میں شرکت کی تھی"...... عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ میں سرکاری طور پر اپنے ملک کی نمائندگی کر رہا تھا"...... سر عبدالرشید نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"وہاں آپ نے ایک نجی محفل میں شراب پی اور پھر شراب کے نشے میں آپ نے اس ایجاد کا ذکر کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بین الاقوامی مجرموں کی تنظیم اس کے حصول کے لئے میدان میں کود پڑی ہے اور اگر سیکرٹ سروس کے سربراہ ایکسٹو کی طرف سے ہمیں مطلع نہ کیا جاتا تو یقیناً یہ ایجاد اور اس کا فارمولا آپ سے حاصل کر لیا جاتا"...... عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"میں نے شراب کے نشے میں ایجاد کا ذکر کیا۔ مجھے تو یاد نہیں اور پھر چیف آف سیکرٹ سروس کو اطلاع مل گئی۔ عجیب بات ہے"۔ سر عبدالرشید کی آنکھوں میں اب خوف اتر آیا تھا۔

"سر عبدالرشید مسئلہ صرف ایجاد کر لینے کا نہیں ہوتا بلکہ اس کی حفاظت سب سے زیادہ اہم ہوتی ہے۔ آپ کو ایجاد ہوتے ہی حکومت کو اطلاع کرنی چاہئے تھی تاکہ اس ایجاد کی حفاظت کا معقول اور مناسب بندوبست کیا جا سکتا"...... عمران نے کہا۔

"اوہ۔ میرے تو ذہن کے کسی گوشے میں اس بات کا بعید ترین خیال بھی نہ تھا کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ میں تو صرف یہ چاہتا تھا کہ اس ایجاد کو مزید بہتر بنا کر حکومت کو پیش کروں۔ آپ یقین کیجئے میرے ذہن میں کوئی غلط خیال نہ تھا"...... سر عبدالرشید نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کی ساری اکڑفوں اس طرح نکل گئی تھی جیسے غبارے میں سے ہوا نکل جاتی ہے۔

"ہمیں معلوم ہے اور اگر آپ کی دیانت داری پر ذرا بھی شک ہوتا تو اب تک آپ اپنے انجام کو پہنچ چکے ہوتے لیکن اب مسئلہ یہ ہے کہ اہم ترین ایجاد کو آپ فوری طور پر حکومت کے حوالے کر دیں تاکہ اس کی حفاظت کا معقول بندوبست کیا جا سکے"...... عمران نے مطلب کی بات پر آتے ہوئے کہا۔

"جناب اس میں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن یہ ایجاد ابھی میرے ذہن کے مطابق مکمل نہیں ہے اور ابھی اس سے کوئی ٹھوس

فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا"...... سر عبدالرشید نے کہا۔

"وہ کیسے"۔ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔ اس کے پوچھنے کا انداز ایسا تھا کہ سر عبدالرشید کو مجبوراً روشن سائے کی تفصیلات اسے بتانی پڑیں۔ عمران حیرت بھرے انداز میں یہ تفصیلات سن رہا تھا۔

"حیرت انگیز۔ مجھے فخر ہے کہ ہمارے سائنسدان ریسرچ ورک میں اس حد تک آگے بڑھ چکے ہیں"..... عمران نے بڑے خلوص بھرے لہجے میں کہا۔ وہ واقعی اس ایجاد کے بنیادی فارمولے سے بیحد متاثر ہوا تھا۔

"لیکن میرے نقطہ نظر سے اس ایجاد سے فی الحال دہشت تو پیدا کی جا سکتی ہے لیکن کوئی ٹھوس کام نہیں لیا جا سکتا۔ مثلاً کسی جنگی جہاز کا روشن سایہ اصل بمباری نہیں کر سکتا۔ کسی انسان کا روشن سایہ کسی دوسرے شخص کو پکڑ نہیں سکتا اس سے کوئی چیز حاصل نہیں کر سکتا۔ میرے ذہن میں یہ بات ہے کہ اس پر مزید ریسرچ کر کے اسے اس انتہا تک پہنچا دیا جائے کہ ایک روشن سایہ بالکل ٹھوس آدمی کی طرح تمام کام سرانجام دے لیکن بذات خود وہ سایہ ہو"۔ سر عبدالرشید نے کہا۔

"ہاں اگر ایسا ہو جائے تو شاید دنیا کا نظام ہی بدل جائے۔ تمام جنگی اسلحہ بیکار ہو جائے لیکن سر عبدالرشید مسئلہ یہ ہے کہ مجرم اس فارمولے کو حاصل کرنے کے درپے ہیں اور اگر انہوں نے یہی

فارمولا حاصل کر لیا تو وہ اسے اپنے مقصد کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر وہ کسی جرنیل کا روشن سایہ پیدا کر کے تمام جنگی دفاعی راز اس سے حاصل کر سکتے ہیں"..... عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ وہ واقعی اس ایجاد سے بے حد متاثر ہو رہا تھا۔

"جناب میرے خیال میں اس کا امکان تو نہیں کیونکہ لیبارٹری میں جہاں یہ فارمولا موجود ہے وہاں حفاظت کا انتہائی سخت نظام ہے جسے توڑنا کسی کے بس کی بات نہیں"۔ سر عبدالرشید نے جواب دیا اور پھر عمران کے پوچھنے پر اس نے لیبارٹری کے سٹور کے گرد موجود حفاظتی حصاروں کی تفصیل بھی بتا دی۔

"لیکن اس سائنسدان کو تو اغوا کر کے اس کے ذہن سے وہ فارمولا حاصل کیا جا سکتا ہے"۔ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ایسا بھی ناممکن ہے۔ ہماری لیبارٹری کے اصول کے مطابق جیسے ہی کسی ایجاد کے فارمولے کا تجربہ کامیاب ہوتا ہے اس سائنسدان کے ذہن سے وہ فارمولا مشینی طور پر صاف کر دیا جاتا ہے اور اسے پھر اس فارمولے کے متعلق سرے سے کچھ معلوم نہیں ہوتا اور جس سائنسدان نے یہ فارمولا ایجاد کیا ہے اس کا ذہن واش کیا جا چکا ہے"..... سر عبدالرشید نے کہا۔

"آپ کو اس فارمولے کو مکمل کرنے کے لئے کتنا عرصہ درکار ہے"..... عمران نے کچھ دیر سوچنے کے بعد پوچھا کیونکہ فارمولے کی تفصیلات معلوم ہونے کے بعد اس کی بھی یہ خواہش ہو رہی تھی کہ

فارمولا اس سٹیج تک پہنچ جائے جہاں روشن سایہ ایک سایہ ہونے کے باوجود ٹھوس اقدامات کر سکے۔

"میرا خیال ہے کہ اگر بھرپور طریقے سے کام کیا جائے تو کم از کم ایک سال چاہئے"...... سر عبدالرشید نے سوچتے ہوئے کہا۔

"اوکے"...... آپ قطعاً بے فکر ہو کر اس کام میں لگ جائیے۔ میں چیف آف سیکرٹ سروس کو رپورٹ کر دوں گا وہ خود ہی ان مجرموں سے نپٹ لے گا۔ یہ فارمولا ہمارے ملک کے لئے بے حد اہم ہے اس پر پوری دلجمعی سے کام ہونا چاہئے"...... عمران نے کھڑے ہوتے ہوئے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"شکریہ۔ میں کوشش کروں گا کہ ہم جلد از جلد اسے تکمیل تک پہنچا دیں"...... سر عبدالرشید نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔ اور سنیں اگر کسی بھی وقت آپ خطرہ محسوس کریں یا آپ کو کسی آدمی یا اپنے سٹاف کے ممبر کی کوئی بھی حرکت مشکوک معلوم ہو تو آپ چیف آف سیکرٹ سروس کو سیکرٹری وزارت خارجہ سر سلطان کے ذریعے اطلاع کر دیں۔ باقی کام سیکرٹ سروس والے خود ہی کر لیں گے"...... عمران نے کہا۔

"بہتر۔ میں خیال رکھوں گا"...... سر عبدالرشید نے جواب دیا اور عمران اس سے مصافحہ کر کے کوٹھی سے باہر نکل آیا۔

جولیا شنگریلا کلب میں داخل ہوئی تو ایک لمحے کے لئے گیٹ پر ہی ٹھٹک کر رک گئی کیونکہ اس کلب کا ماحول اس کے لئے بالکل نیا تھا۔ وہ پہلی بار اس کلب میں آئی تھی۔ کلب کے ہال میں سرخ رنگ کی انتہائی مدہم روشنیاں جل رہی تھیں۔ ہر میز پر شراب کے جام کھنک رہے تھے اور ایک کونے میں بنی ہوئی سٹیج پر تقریباً نیم عریاں نوجوان لڑکی بے ہنگم اچھل کود میں مصروف تھی وہ شاید افریقہ کے کسی دور دراز علاقے کے قبائلی رقص کر رہی تھی۔ ہال کی تقریباً ہر میز پر نوجوان لڑکیاں اپنے ساتھیوں پر الٹی پڑ رہی تھیں۔ غرض یہ کہ پورے ہال کا منظر خالصتاً رومانٹک ہو رہا تھا۔ جولیا کے ٹھٹکتے ہی ایک نیم عریاں ویٹرس تیزی سے اس کی طرف بڑھی۔

"مس اس وقت تو کوئی میز خالی نہیں ہے۔ آپ کاؤنٹر سٹول پر تشریف رکھیں جیسے ہی کوئی میز خالی ہوئی میں آپ کی رہنمائی کر دوں

گی"۔۔۔ ویٹرس نے مؤدبانہ لہجے میں جولیا سے مخاطب ہو کر کہا اور جولیا سر ہلاتی ہوئی خاموشی سے کاؤنٹر کی طرف بڑھتی چلی گئی جہاں دو چار غنڈے قسم کے نوجوان بڑی تیز نگاہوں سے جولیا کا جائزہ لینے میں مصروف تھے۔ انہوں نے جان بوجھ کر سائیڈ کا سٹول خالی کرنے کی بجائے درمیانی سٹول خالی کر دیا تھا تاکہ جولیا مجبوراً ان کے درمیان پھنس کر بیٹھ جائے۔

"آپ اس سٹول پر آجائیے میں ایک طرف بیٹھوں گی"۔۔۔۔ جولیا نے بڑی بڑی مونچھوں والے غنڈہ ٹائپ نوجوان سے مخاطب ہو کر بڑے باوقار لہجے میں کہا۔

"کیوں۔ کیا ہمارے درمیان بیٹھتے ہوئے تمہیں تکلیف ہوتی ہے"۔۔۔ اس نوجوان نے مضحکہ خیز انداز میں ہنستے ہوئے جواب دیا اور اس کے باقی ساتھی بھی قہقہہ مار کر ہنس پڑے مگر دوسرا لمحہ اس مونچھوں والے نوجوان پر بڑا بھاری گزرا۔ جولیا نے ہاتھ میں پکڑا ہوا پرس اتنے زور سے اس کے چہرے پر مارا کہ نوجوان چیخ مار کر سٹول سے نیچے جا گرا۔ اس کے شاید تصور میں بھی نہ تھا کہ جولیا ایسی حرکت کر سکتی ہے۔ نوجوان کے ساتھی یکدم اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ ان کے چہرے غصے سے سرخ ہو رہے تھے اور وہ نوجوان بھی نیچے گرتے ہی یوں اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے گیند فرش پر لگتے ہی اچھلتی ہے۔

"تمہاری یہ جرأت کہ تم راشیل پر ہاتھ اٹھاؤ۔ اب اگر اسی ہال

میں تمہیں بے عزت نہ کیا تو مونچھیں منڈوا دوں گا"۔۔۔۔۔ نوجوان نے جس کا نام راشیل تھا انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"ہونہہ۔ تم جیسے مونچھوں والے میں نے بہت دیکھے ہیں مسٹر"۔ جولیا نے بڑے اطمینان سے سٹول پر بیٹھتے ہوئے تضحیک آمیز لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور جولیا کا یہ فقرہ تو جیسے جلتی پر تیل کا کام کر گیا۔ راشیل اتنی تیزی سے جولیا کی طرف بڑھا جیسے اسے ایک لمحے میں پیس کر رکھ دے گا مگر دوسرے لمحے جولیا کا پاؤں بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور اس کے سینڈل کی نوکیلی ٹو آگے بڑھتے ہوئے راشیل کے سینے پر پڑی اور وہ چیخ مار کر پشت کے بل الٹ گیا۔ اس کے چہرے پر شدید تکلیف کے آثار تھے۔ اسی لمحے اس کے تین ساتھیوں نے لمبے لمبے چاقو نکال لئے۔ ان سب کے چہرے غصے کی وجہ سے بری طرح بگڑ گئے تھے اور ان کا یہ انداز دیکھ کر جولیا بھی چوکنی ہو گئی۔ ہال میں اچانک ہونے والے اس ہنگامے کی وجہ سے رقص بند ہو گیا اور ہال میں بیٹھا ہوا ہر شخص اضطراری طور پر کھڑا ہو گیا۔ کھنکتے ہوئے جام اور مترنم قہقہے اچانک دم توڑ گئے تھے۔ ادھر راشیل بھی اٹھ کھڑا ہو گیا۔ اب اس کے ہاتھ میں ایک لمبا سا چاقو تھا۔

اچانک ایک ویٹرس تیزی سے آگے بڑھی۔ "پلیز رک جائیے پلیز"۔۔۔ اس نے ملتجیانہ انداز میں راشیل کے ایک ساتھی سے کہا مگر اس نے ویٹرس کو بازو سے پکڑ کر زور سے ایک طرف دھکا دیا اور

ویٹرس چیختی ہوئی ایک میز سے جا ٹکرائی۔ پھر اس سے پہلے کہ کوئی انہیں روکتا ان سب نے چاقو لہراتے ہوئے جولیا پر حملہ کر دیا۔ ہال میں ان کے چاقو بجلی کی طرح کوندے اور ہال میں موجود ہر فرد نے خوف سے آنکھیں بند کر لیں مگر دوسرے لمحے ہال میں دو دردناک چیخیں نکلیں اور پھر جیسے ہی انہوں نے آنکھیں کھولیں دو اور چیخیں برآمد ہوئیں اور وہ سب یہ دیکھ کر حیرت سے بت بن گئے کہ ان غنڈوں میں سے دو کے سینوں میں چاقو دستے تک ترازو ہو چکے تھے جبکہ ایک کا بازو پکڑ کر جولیا نے اس انداز میں گھمایا تھا کہ کندھے کی ہڈی اتر گئی تھی جبکہ چوتھے کے سینے پر بھرپور فلائنگ کک پڑی تھی اور اس کا نتیجہ یہ تھا کہ جولیا اسی طرح اطمینان سے کھڑی تھی جبکہ وہ چاروں فرش پر پڑے بری طرح تڑپ رہے تھے۔ اسی لمحے کلب کے مینجر آفس کا دروازہ کھلا اور ایک غنڈہ ٹائپ لحیم شحیم آدمی باہر نکلا۔

"یہ کیا ہنگامہ ہے"...... اس نے کڑکدار آواز میں کہا اور پھر فرش پر پڑے تڑپتے ہوئے غنڈوں کو دیکھ کر اس کی آنکھیں بھی ایک لمحے کے لئے حیرت سے چوڑی ہوتی شروع ہو گئیں لیکن اس نے جلد ہی اپنے آپ پر قابو پالیا۔

"یہ غنڈے۔ یہ راسکلز ہال میں کیسے داخل ہوئے اٹھا کر باہر پھینک دو ان کو"...... آنے والے نے چیختے ہوئے کہا اور چند ہی لمحوں میں پانچ چھ قوی ہیکل نوجوان مختلف سمتوں سے نکل کر تیزی سے فرش پر تڑپتے ہوئے ان غنڈوں کی طرف بڑھے اور دیکھتے ہی

دیکھتے وہ انہیں اٹھا کر ہال سے یوں غائب ہو گئے جیسے وہاں ان کا وجود بھی کبھی نہ رہا ہو۔ ویٹرسوں نے گیلے تولیوں سے فرش پر پھیلے ہوئے خون کو صاف کرنا شروع کر دیا۔

"آپ بے فکر رہیں مس۔ یہاں کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ ویسے میں آپ کی بہادری کی داد دیتا ہوں اگر آپ چاہیں تو میرے کمرے میں تشریف رکھیں"...... مینجر نے بڑے احترام بھرے لہجے میں جولیا سے مخاطب ہو کر کہا جو ابھی تک بڑے مطمئن انداز میں کھڑی تھی۔

"تھینک یو مسٹر"...... جولیا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور سٹول کی طرف بڑھنے ہی لگی تھی کہ اچانک ایک لحیم شحیم غیر ملکی تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

"مجھے کارلوس مائیکل کہتے ہیں مس"...... اس نے انتہائی مسرور انداز میں اپنا تعارف کرایا۔

"جولیا نافٹز واٹر"...... جولیا نے اپنا تعارف کراتے ہوئے جواب دیا۔

"آپ ہماری میز پر تشریف لائیں۔ مجھے اور میری فرینڈ مارشیا کو آپ سے مل کر بے حد خوشی ہو گی"...... کارلوس مائیکل نے بڑے احترام بھرے لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ ہاں ضرور۔ مجھے بھی آپ سے مل کر بے حد خوشی ہو گی"...... جولیا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کیونکہ ایکسٹو کے بتائے ہوئے حلیے کے مطابق وہ سمجھ چکی تھی کہ یہ وہی آدمی ہے جس

سے ٹکرانے وہ آئی تھی اور اب یہ اتفاق تھا کہ تعارف بڑے اچھے طریقے سے ہو گیا تھا۔ جب جولیا مائیکل کے ساتھ اس کی میز پر پہنچی تو مارشیا نے اٹھ کر اس کا استقبال کیا۔ ایک ویٹر نے خالی کرسی لا کر رکھ دی اور وہ تینوں بیٹھ گئے۔ ہال میں ایک بار پھر وہی ہنگامہ شروع ہو گیا جیسے چند لمحے پہلے کچھ بھی نہ ہوا ہو۔

"آپ نے کمال کر دیا مس جولیانا۔ ورنہ ایک لمحے کے لئے تو ہم دونوں نے یہی سمجھا تھا کہ آپ کی موت مقدر ہو چکی ہے"۔ مائیکل نے بیٹھتے ہوئے بڑے تعریفی لہجے میں کہا۔

"میں نے شوقیہ طور پر مارشل آرٹ سیکھا ہے اور میں اس میں ماسٹر کا درجہ رکھتی ہوں اس لئے یہ چار تو کیا چار سو بھی میرا کچھ نہ بگاڑ سکتے تھے"۔ جولیا نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"آپ اس ملک کی شہری تو نہیں لگتیں"۔ مارشیا نے کہا۔

"میرا تعلق سوئٹزرلینڈ سے ہے۔ میں یہاں سیر و تفریح کے لئے آئی ہوئی ہوں۔ آج کسی نے اس کلب کی تعریف کی تو میں یہاں آ گئی"۔۔۔۔ جولیا نے جواب دیا۔

"ہمارا تعلق نیدرلینڈ سے ہے۔ ہم بھی سیر و تفریح کے لئے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ آپ سے مل کر واقعی بے حد مسرت ہوئی ہے۔ آپ نے ان ایشیائی باشندوں پر یورپی لوگوں کی برتری ثابت کر دی ہے"۔ مائیکل نے بچوں کی طرح خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"یہ ہیں ہی اس قابل۔ کمزور بونے۔ نجانے اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہیں۔ میں بڑے شوق سے یہاں آئی تھی مگر یہاں آ کر بڑی مایوس ہوئی ہوں"۔۔۔۔ جولیا نے جواب دیا۔

"یہ لوگ واقعی بے حد پسماندہ ہیں۔ اجڈ جاہل اور خود غرض"۔ مارشیا نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اب آپ کا کیا پروگرام ہے۔ کیا آپ واپس جائیں گی"۔ مائیکل نے قدرے ہوس بھرے انداز میں پوچھا۔ اس کی نظریں بار بار جولیا کا جائزہ لے رہی تھیں۔

"نہیں جتنے ہی یہاں کے لوگ اجڈ ہیں اتنے ہی اس ملک کے نظارے پراسرار ہیں۔ میں ابھی کم از کم دس پندرہ روز یہاں ٹھہروں گی"۔۔۔۔ جولیا نے اس کا مقصد سمجھتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ پھر تو ہمارا وقت اکٹھے بہت اچھا گزرے گا۔ ہمارا پروگرام بھی دس بارہ روز یہاں ٹھہرنے کا ہے۔ آپ ہمارے ساتھ ٹھہریں گی"۔۔۔۔ مارشیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ مائیکل کی پرہوس طبیعت سے اچھی طرح واقف تھی کہ کسی خوبصورت لڑکی کو دیکھتے ہی اس کی رال ٹپک پڑتی ہے لیکن یہ عجیب بات ہے کہ آج تک اس کے دل میں رقابت جیسا کوئی جذبہ نہ ابھرا تھا بلکہ وہ تو خود ایسی لڑکیوں کو کوشش کر کے مائیکل کی جھولی میں ڈال دیتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے جلدی سے جولیا کو ساتھ رہنے کی آفر کر دی تھی۔

"بہت بہت شکریہ۔ میں یہاں گولڈن ہوٹل میں ٹھہری ہوئی

ہوں۔ اچھا آرام دہ ہوٹل ہے"...... جولیا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"چھوڑیں ہوٹل کو۔ ہم نے تو یہاں ایک کوٹھی کرایہ پر لے رکھی ہے ایسٹ ونگ میں آپ ہمارے ساتھ وہاں رہیں۔ ہوٹل کی زندگی سے ہم تنگ آ چکے ہیں"...... مائیکل نے بڑے پرجوش لہجے میں کہا۔

"آپ کو خواہ مخواہ تکلیف ہو گی"...... جولیا نے اخلاقاً تکلف کرتے ہوئے کہا۔

"آپ نے بھی ایشیائیوں کی طرح تکلف شروع کر دیا۔ خوب اچھا وقت گذرے گا آپ ہمارے ساتھ آ جائیں۔ مل کر سیر و تفریح کے پروگرام بنائیں گے"...... مائیکل نے پرجوش لہجے میں کہا۔ وہ شاید اتنی دیر میں جولیا کا دیوانہ ہو چکا تھا اور چاہتا تھا کہ جلد از جلد جولیا جیسی اچھوتی چیز کو حاصل کرے۔ اسے یہ خوبصورت لڑکی بےحد پسند آئی تھی جس کے چہرے پر بے پناہ معصومیت تھی۔ ایسی معصومیت جو عام طور پر یورپی لڑکیوں کے چہروں پر نظر نہیں آتی۔

"اگر آپ اصرار کرتے ہیں تو ٹھیک ہے۔ آپ مجھے پتہ بتا دیں میں ہوٹل سے سامان لے کر وہاں آ جاؤں گی"...... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہم اکٹھے آپ کے ہوٹل چلتے ہیں۔ وہاں سے آپ کا سامان لے کر کوٹھی چلے چلتے ہیں"...... مائیکل نے کہا اور جولیا نے اقرار میں سر ہلا

دیا اور مائیکل نے اس خوشی میں ایک اور بوتل کا آرڈر دے دیا اور جولیا کو مجبوراً ان کا ساتھ دینا پڑا۔ اب ظاہر ہے اس روپ میں وہ پیچھے کیسے ہٹ سکتی تھی جبکہ ایکسٹو کا واضح حکم تھا کہ ان سے تعلقات بڑھائے جائیں اور پھر بوتل ختم ہونے تک مائیکل نے بل ادا کیا اور پھر وہ تینوں اکٹھے ہی ہال سے باہر آ گئے جہاں مائیکل کی کار موجود تھی۔

ایکسٹو کی طرف سے ایٹمک ریسرچ لیبارٹری کے ڈائریکٹر سر عبدالرشید کی مکمل نگرانی کا حکم ملتے ہی کیپٹن شکیل پریشان ہو گیا کیونکہ اسے سر عبدالرشید کے معمولات کے متعلق اچھی طرح علم تھا۔ سر عبدالرشید اپنے ہی معمولات میں مگن رہنے والے سائنسدان تھے۔ سر عبدالرشید کا لڑکا آصف کیپٹن شکیل کا کلاس فیلو تھا اس نے فارغ وقت میں کیپٹن شکیل اس سے ملنے سر عبدالرشید کی کوٹھی پر جاتا رہتا تھا۔ سر عبدالرشید بھی اس سے اچھی طرح واقف تھے۔ واقفیت کا تو اس کے ذہن میں کوئی مسئلہ نہ تھا وہ میک اپ بھی کر سکتا تھا لیکن اصل پریشانی یہ تھی کہ سر عبدالرشید لیبارٹری میں مصروف رہتے تھے یا پھر کوٹھی میں گھسے اپنی لائبریری میں مطالعہ کرتے رہتے تھے۔ شاذ و نادر ہی وہ باہر نکلتے تھے اس لئے ان کی نگرانی کا مطلب یہ تھا کہ وہ کوئی ایسی پوزیشن سنبھالے جس سے وہ لیبارٹری اور کوٹھی دونوں جگہوں پر انکے ساتھ رہے۔ کافی دیر تک

سوچنے کے بعد اچانک اس کے ذہن میں خیال آیا اور وہ بری طرح اچھل پڑا۔ اسے اپنا مسئلہ حل ہوتا نظر آیا۔ اسے یاد آ گیا تھا کہ ایک بار سر عبدالرشید نے اپنے بیٹے آصف کے اصرار پر کیپٹن شکیل کو اپنا البم دکھایا تھا۔ اس البم میں سر عبدالرشید کے بچپن سے لے کر اب تک کی اہم موقعوں کی تصاویر تھیں اور پھر ایک گروپ فوٹو میں انہوں نے ایک ادھیڑ عمر غیر ملکی کی تصویر دکھاتے ہوئے انہیں بتایا تھا کہ یہ ایک عظیم سائنسدان رالف میگاک کی تصویر ہے جو انسان کو لافانی بنانے کے نظریے پر ریسرچ میں مصروف ہے اور چونکہ خاندانی طور پر بے حد امیر ہے اس لئے اس نے فاک لینڈ کے ایک جزیرے میں اپنی ذاتی لیبارٹری بنائی ہوئی ہے جہاں وہ مسلسل ریسرچ میں مصروف رہتا ہے۔ وہ چونکہ نہ کوئی سائنس کانفرنس اٹنڈ کرتا ہے اور نہ ہی کسی سے ملتا جلتا ہے اس لئے دنیا والے اس کو نہیں جانتے جبکہ سر عبدالرشید کے ساتھ اس کے گہرے تعلقات ہیں۔ سر عبدالرشید اور وہ کلاس فیلو تھے اور کبھی کبھار وہ ایک دوسرے سے خط و کتابت بھی کر لیا کرتے تھے۔ ایک بار سر عبدالرشید اس سے جزیرے میں جا کر مل آئے تھے اور کیپٹن شکیل کو سر عبدالرشید کی باتوں سے معلوم ہوا تھا کہ وہ رالف میگاک کی ذہانت سے بے حد متاثر ہیں۔ چونکہ کیپٹن شکیل نے رالف میگاک کا فوٹو اچھی طرح دیکھا تھا اس لئے اس کے ذہن میں اس کا پورا حلیہ موجود تھا اور قد و قامت کے لحاظ سے وہ کیپٹن شکیل سے ملتا جلتا تھا

اس سے کیپٹن شکیل نے رالف میگاک کا روپ بدلنے کا ارادہ کر لیا۔ اسے یقین تھا کہ سر عبدالرشید کو اگر شک نہ پڑا تو پھر وہ یقیناً اسے اپنے ساتھ رکھے گا اور اس سے کوئی بات نہ چھپائے گا۔ بہرحال وہ ایک چانس لینا چاہتا تھا بعد میں جو ہوتا دیکھا جاتا۔ چنانچہ یہ سوچ کر وہ باتھ روم میں گھس گیا جہاں ایک الماری میں اس نے اپنا جدید ترین میک کا سامان رکھا ہوا تھا۔ رالف میگاک کے حلیے کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس نے اپنا میک اپ شروع کر دیا اور تقریباً ایک گھنٹے بعد جب اس نے میک اپ مکمل کر کے اپنا تنقیدی جائزہ لیا تو آئینے کے سامنے کیپٹن شکیل کی بجائے رالف میگاک کو دیکھ کر اطمینان کا ایک طویل سانس اس کے منہ سے نکل گیا۔ اس کے خیال میں وہ اب مکمل طور پر رالف میگاک کے روپ میں ڈھل چکا تھا۔ پھر اس نے الماری میں سے ایک پرانے فیشن کا تھری پیس سوٹ نکالا جو انتہائی قیمتی کپڑے کا بنا ہوا تھا۔ تھری پیس سوٹ پہن کر اس نے پھر اپنے آپ پر تنقیدی نظریں ڈالیں اور ہر طرح سے مطمئن ہونے کے بعد اس نے ریوالور چیک کر کے کوٹ کی خفیہ جیب میں ڈالا اور پھر باتھ روم سے نکل کر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ آیا۔ اس نے میز پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا اور پھر سر عبدالرشید کی کوٹھی کے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔ اسے سر عبدالرشید کے معمولات کا اچھی طرح علم تھا اس لئے اسے علم تھا اور یقین تھا کہ سر عبدالرشید اس وقت کوٹھی میں ہی ملیں گے۔

"ہیلو"...... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی اور کیپٹن شکیل آواز سنتے ہی پہچان گیا کہ یہ آصف کی سب سے چھوٹی بہن شگفتہ کی آواز ہے، جو پانچویں جماعت کی طالب علم ہے۔

"سر عبدالرشید سے بات کرنی ہے۔ ان کا ایک پرانا دوست رالف میگاک ہوں"...... کیپٹن شکیل نے غیر ملکی لہجے میں بولتے ہوئے کہا۔

"اوہ انکل رالف۔ آپ کی تو ڈیڈی بے حد تعریف کرتے رہتے ہیں"...... شگفتہ کی چہکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"اوہ بے بی۔ بہت بہت شکریہ۔ یہ سر عبدالرشید کی مہربانی ہے کہ وہ اپنے دوستوں کو یاد رکھتے ہیں"...... کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"انکل ایک منٹ ہولڈ کیجئے میں ڈیڈی سے کہتی ہوں"۔ شگفتہ کی آواز میں بچگانہ شوخی تھی اور پھر چند لمحوں بعد فون پر سر عبدالرشید کی سنجیدہ آواز گونجی۔

"عبدالرشید بول رہا ہوں"...... سر عبدالرشید نے شاید شگفتہ کی بات کا یقین نہ کیا تھا۔

"عبدالرشید نہیں۔ سر عبدالرشید کہو فرینڈ بغیر سر کے عبدالرشید اچھا نہیں لگتا"...... کیپٹن شکیل نے بے تکلفانہ لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کون ہیں"..... سر عبدالرشید کا لہجہ قدرے کرخت ہو گیا۔

"ارے بھائی مجھے پہچانا نہیں میں رالف میگاک ہوں۔ ہاں بھئی اب تم سر ہو چکے ہو اب اپنے پرانے دوستوں کو کیسے پہچانو گے"..... کیپٹن شکیل نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ اسے سمجھ نہ آ رہی تھی کہ آخر سر عبدالرشید کو کیا ہو گیا۔ وہ کیوں اسے نہیں پہچان رہے اور پھر اچانک اس کے ذہن میں ایک جھماکا ہوا اور وہ ساری بات سمجھ گیا۔ دراصل اسے اس بات کا خیال تک نہ آیا تھا کہ اس نے رالف کی آواز تو کبھی نہ سنی تھی اس لئے ظاہر ہے وہ رالف کی آواز میں بات نہ کر رہا تھا جبکہ سر عبدالرشید یقیناً رالف کی آواز پہچانتے تھے۔

"رالف میگاک۔ لیکن"..... سر عبدالرشید کا لہجہ بے حد الجھا ہوا تھا جیسے وہ ذہنی طور پر بے حد تذبذب کا شکار ہو رہے ہیں۔

"میں سمجھ گیا ہوں کہ تم کیا سوچ رہے ہو کہ میری آواز تو رالف سے نہیں ملتی۔ تو بھئی بات یہ ہے کہ ایک تجربے کے دوران اچانک گیس کا سلنڈر پھٹ جانے سے میں تین دن تک موت و حیات کی کشمکش میں پڑا رہا۔ جان تو بچ گئی لیکن اس گیس کا اثر گلے پر ہو گیا اور نتیجہ یہ کہ آواز بدل گئی"..... کیپٹن شکیل نے بہانہ بناتے ہوئے کہا۔ اب ظاہر ہے وہ اس کے سوا کیا کہہ سکتا تھا۔

"اوہ واقعی۔ میں اسی وجہ سے پریشان تھا۔ مگر تم کہاں سے بول رہے ہو"..... اس بار سر عبدالرشید کے لہجے میں نرمی کے ساتھ ساتھ

بے تکلفی عود کر آئی۔ وہ شاید کسی حد تک مطمئن ہو چکا تھا اور کیپٹن شکیل اپنے اس بروقت سوجھنے والے بہانے پر دل ہی دل میں مسکرا دیا کیونکہ اس طرح اس نے آواز والا مسئلہ ہمیشہ کے لئے حل کر لیا تھا۔

"فاک لینڈ سے نہیں بول رہا ہوں بلکہ تمہارے ملک بلکہ تمہارے شہر سے ہی بول رہا ہوں"..... کیپٹن شکیل نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ اس نے جان بوجھ کر فاک لینڈ کا نام لیا تھا تاکہ سر عبدالرشید کا رہا سہا شک بھی دور ہو جائے۔

"اوہ اسی شہر سے۔ لیکن تم نے اپنے آنے کی اطلاع کیوں نہیں دی۔ کمال ہے جلدی بولو کہاں سے بول رہے ہو۔ میں ابھی تمہیں لینے آتا ہوں"..... اس بار سر عبدالرشید کے لہجے میں نرمی کے ساتھ ساتھ خاصی بے تکلفی تھی اور کیپٹن شکیل مطمئن ہو گیا کہ بات بن گئی ہے۔

"اطلاع کیا دیتا بس اچانک بیٹھے بیٹھے کام سے اکتا گیا تو خیال آیا کہ چلو کچھ تفریح کر لو اور بس پھر اٹھ کر چل نکلا۔ تمہارا خیال سب سے پہلے آیا اس لئے پہلی ہی فلائٹ سے چلا آیا اور اس وقت ایئرپورٹ سے فون کر رہا ہوں"..... کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"تم وہیں ٹھہرو میں کار لے کر ابھی آتا ہوں"..... سر عبدالرشید نے کہا۔

"ارے چھوڑو تکلف۔ تم پہلے ایئرپورٹ آؤ پھر مجھے ساتھ لے کر آؤ

"میں خود ہی ٹیکسی پر تمہارے پاس آجاتا ہوں"۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ٹھیک ہے آجاؤ۔ میں لیبارٹری گیٹ پر کہہ دیتا ہوں وہ تمہیں فوراً میرے پاس پہنچا دیں گے"...... سر عبدالرشید نے کہا۔

"اوکے۔ باقی باتیں بعد میں۔ مجھے فی الحال بہت بھوک لگ رہی ہے اور میں جلد از جلد تمہارے پاس بیٹھ کر کھانا کھانا چاہتا ہوں"...... کیپٹن شکیل نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ رسیور رکھ کر وہ چند لمحوں کے لئے بیٹھا آگے کے لئے پروگرام سوچتا رہا پھر اٹھ کر اس نے فلیٹ کو تالا لگایا اور سڑک پر آگیا۔ چند لمحوں میں ہی اسے ایک خالی ٹیکسی مل گئی اور اس نے ڈرائیور کو اٹیمک ریسرچ لیبارٹری چلنے کا کہہ کر پشت سے ٹیک لگا لی۔ تھوڑی دیر بعد ٹیکسی نے اسے لیبارٹری کے گیٹ پر پہنچا دیا۔ وہاں ایک جیپ اور دو سپاہی شاید اس کے انتظار میں کھڑے تھے کیونکہ جیسے ہی اس نے اپنا نام بتایا وہ اسے جیپ میں بٹھا کر کوٹھی کی طرف دوڑ پڑے اور کیپٹن شکیل دل ہی دل میں اپنے اس بہروپ پر مسکرانے لگا اور عین جب اسے کوٹھی کا گیٹ نظر آیا اس کے ذہن میں ایک زبردست جھماکا ہوا اور اسے اپنے آپ پر غصہ آنے لگا کہ اس سے کتنی بڑی حماقت ہوئی ہے۔ اب تک اسے یہ خیال ہی نہ آیا تھا کہ رالف میگاک ایک بہت بڑا سائنسدان ہے ایسا سائنسدان جس کی ذہانت اور قابلیت کا رعب سر عبدالرشید جیسے سائنسدان بھی تسلیم کرتے تھے اور کیپٹن شکیل ظاہر ہے سائنس کو اس حد تک نہ جانتا تھا۔

ظاہر ہے سائنس کی بات آتے ہی اس کا پول ایک لمحے میں کھل جائے گا۔ اس پہلو پر اس نے سوچا تک نہ تھا جبکہ یہی پہلو سب سے اہم تھا لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ جیپ گیٹ پر پہنچ چکی تھی اور سر عبدالرشید گیٹ کے باہر کھڑے بے چینی سے جیپ کے رکنے کا انتظار کر رہے تھے۔

"بات جتنی نظر نہیں آتی مارٹن۔ میں نے بہت کوشش کی مگر وہ بہت چالاک ہے"...... سوشیلا نے ڈھیلے لہجے میں مارٹن سے مخاطب ہو کر کہا جو اس وقت اس کے فلیٹ میں بیٹھا امید بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں"...... مارٹن نے چونک کر پوچھا۔

"میں نے بے حد کوشش کی کہ سر عبدالرشید سے اس فارمولے کا الماری نمبر معلوم کر لوں کیونکہ سٹور میں تو بے شمار الماریاں ہیں جن میں بے شمار زیر تجرباتی فارمولے پڑے ہوئے ہیں لیکن وہ بڈھا ڈھب پر ہی نہیں آیا اور نہ ہی اس نے کسی جگہ کوئی نوٹ دیا ہے۔ وہ سب اپنے ذہن میں رکھتا ہے"...... سوشیلا نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے سر عبدالرشید ہی اصل مہرہ ہے۔ اگر اسے قابو کر لیا جائے تو وہ فارمولا مل سکتا ہے"...... مارٹن نے کچھ سوچتے

ہوئے کہا۔

"ہاں اگر وہ چاہے تو سٹور سے فارمولا نکال کر لا سکتا ہے اس کے علاوہ دنیا کی کوئی طاقت وہ فارمولا حاصل نہیں کر سکتی۔ لیکن ایسا ہونا ناممکن ہے"...... سوشیلا نے جواب دیا۔

"تم اس بات کو چھوڑو جب مارٹن کسی کام کا ارادہ کر لے تو اس کام کو ہر قیمت پر مکمل کر کے چھوڑتا ہے"...... مارٹن نے قدرے سخت لہجے میں کہا اور پھر اس نے سوشیلا سے سر عبدالرشید کی عادات، اس کی فیملی کے بارے میں کرید کرید کر تمام تفصیلات معلوم کر لیں اور جب اسے معلوم ہوا کہ سر عبدالرشید کی دو بیٹیاں ہیں جن میں سے ایک نسرین ہے جو دسویں جماعت کی گورنمنٹ گرلز ہائی سکول کی طالبہ ہے اور سر عبدالرشید اس سے بے پناہ محبت کرتے ہیں تو اس کی آنکھوں میں ایک چمک سی لہرائی۔ اس نے ایک لمحے میں سب منصوبہ تیار کر لیا۔

"چلو چھوڑو سوشیلا۔ لعنت بھیجو اس فارمولے پر۔ میں کوشش کروں گا کہ اپنے کاروبار پر کسی بینک سے قرضہ لے کر اس غنڈے کا قرض اتار دوں گا۔ بینک کو آرام سے قسطیں دی جا سکتی ہیں بس ایک سال کی بات ہے"...... مارٹن نے سوشیلا سے مخاطب ہو کر کہا اور سوشیلا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر مارٹن نے سوشیلا سے اجازت لی کہ وہ واپس اپنے ملک جا رہا ہے اور ایک بار پھر لوٹے گا اور پھر سوشیلا سے شادی کرے گا۔ اس طرح کے کئی وعدے وعید کر کے

مارٹن اس کے فلیٹ سے نکل آیا۔ فلیٹ سے نکل کر وہ اپنی کرائے کی کار میں بیٹھ کر سیدھا لیبارٹری پہنچا اور اس نے لیبارٹری سے تھوڑی ہی دور ایک آڑ میں کار کھڑی کر دی اسے معلوم تھا کہ تھوڑی دیر بعد سر عبدالرشید کی بیٹی سکول جانے کے لئے نکلے گی اور وہ اسے ایک نظر دیکھنا چاہتا تھا۔ سوشیلا نے اسے سر عبدالرشید کی پرائیویٹ کار کا نمبر بھی بتا دیا تھا جو نسرین کو سکول چھوڑنے جاتی تھی اور پھر سکول سے واپس لے آتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اسے وہی کار لیبارٹری گیٹ سے نکلتی نظر آئی اور مارٹن چوکنا ہو کر بیٹھ گیا۔ کار اس کے قریب سے گزرتی چلی گئی اور مارٹن نے ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھی ہوئی نسرین کو اچھی طرح دیکھ لیا۔ پھر وہ اس کے پیچھے کار چلاتا ہوا سکول تک پہنچا اور جب نسرین سکول میں داخل ہو گئی تو اس نے کار موڑ دی اور اپنی رہائش گاہ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ یہ بھی کرائے کی ایک کوٹھی تھی جو ویسٹ ونگ میں واقع تھی۔

"ہیلو مارٹن سپیکنگ۔ اوور"...... کوٹھی میں پہنچتے ہی مارٹن نے ٹرانسمیٹر پر فریکوئنسی سیٹ کرتے ہوئے بلیو ایگل سے رابطہ قائم کیا۔

"یس بلیو ایگل سپیکنگ۔ اوور"...... چند لمحوں بعد دوسری طرف سے بلیو ایگل کی آواز سنائی دی اور پھر مارٹن نے سوشیلا اور سر عبدالرشید کے بارے میں تمام تفصیلات بتا دیں۔

"تمہارا مطلب ہے سر عبدالرشید کو استعمال کئے بغیر فارمولا حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اوور"...... بلیو ایگل کے لہجے میں کرختگی

تھی۔

"یس باس۔ میرا خیال تھا کہ سوشیلا اس فارمولے کو حاصل کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی راہ نکال لے گی اور ہم بغیر ہاتھ پیر ہلائے فارمولا حاصل کر لیں گے لیکن اب ایسا ہونا ناممکن ہے اس لئے میں نے یہی پروگرام بنایا ہے کہ میں سر عبدالرشید کی لڑکی کو اغوا کر کے اپنے فلیٹ میں قید کر لوں اور آپ سر عبدالرشید سے بات کر کے اس فارمولا کے حصول کے لئے کوشش کریں اور مجھے یقین ہے کہ ہم کامیاب ہو جائیں گے کیونکہ سوشیلا نے بتایا کہ سر عبدالرشید اپنی بیٹی سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ اوور"...... مارٹن نے اپنا منصوبہ بتاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ جب گھی سیدھی انگلیوں سے نہ نکلے تو پھر انہیں ٹیڑھا کرنا ہی پڑتا ہے۔ تم آج ہی اس لڑکی کو اغوا کر لو پھر مجھے اطلاع کر دینا باقی کام میں خود کر لوں گا۔ اوور"...... بلیو ایگل نے اس کی تجویز کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"اوکے باس۔ میں یہ بندوبست کر لوں گا۔ اوور"...... مارٹن نے مطمئن انداز میں جواب دیا اور پھر اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر کے اسے الماری کے ایک خفیہ خانے میں رکھ دیا اور پھر غسل خانے میں گھس گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ باہر نکلا تو اس کا حلیہ بدل چکا تھا۔ وہ ایک مقامی آدمی کے میک اپ میں تھا۔ جسم پر اس نے خاکی رنگ کی عام سی وردی پہن لی تھی۔ اسے چونکہ معلوم تھا کہ

یونیورسٹی میں چھٹی تقریباً ڈیڑھ بجے ہوتی ہے اس لئے اس کے پاس کافی وقت تھا۔ اس نے اطمینان سے کرسی پر بیٹھ کر میز پر پڑا ہوا ٹیلی فون اپنی طرف کھسکایا اور پھر اس نے انکوائری کے نمبر ڈائل کئے۔

"انکوائری سر"...... دوسری طرف سے انکوائری آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

"گورنمنٹ گرلز ہائی سکول نمبر ایک کی ہیڈ مسٹریس کا نمبر چاہئے"۔ مارٹن نے کہا۔

"ون تھری ٹو ون زیرو"...... آپریٹر نے فوراً ہی جواب دیا۔

"تھینک یو"...... مارٹن نے کہا اور پھر اس نے کریڈل دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔ دوسرے لمحے اس نے ہیڈ مسٹریس کے نمبر ڈائل کئے۔

"ہیڈ مسٹریس گورنمنٹ گرلز ہائی سکول نمبر ون"...... دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"ڈائریکٹر اٹیمک ریسرچ لیبارٹری سر عبدالرشید سپیکنگ"۔ مارٹن نے اپنے لہجے کو گونجدار اور باوقار بناتے ہوئے جواب دیا۔

"یس سر فرمایئے"...... اس بار ہیڈ مسٹریس کے لہجے میں ادب شامل تھا۔

"میری بیٹی نسرین آپ کے سکول میں پڑھتی ہے"...... مارٹن نے کہا۔

"یس سر۔ میں جانتی ہوں اسے۔ آپ نے بات کرنی ہے اس

سے"...... ہیڈ مسٹریس شاید اس کا عہدہ سن کر ہی رعب میں آ گئی تھی۔

"نہیں بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس کی والدہ کو اچانک ہارٹ اٹیک ہو گیا ہے اس لئے اسے فوراً ہسپتال پہنچنا ہے۔ میرا ڈرائیور انہیں ہسپتال لے گیا ہے اس لئے میں لیبارٹری کا ڈرائیور اور کار بھیج رہا ہوں آپ اسے فوراً بھجوا دیں"...... مارٹن نے بڑے باوقار لہجے میں اسے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ اچھا جناب۔ آپ کی گاڑی پہنچتے ہی میں اسے بھجوا دوں گی۔ آپ بے فکر رہیں"...... ہیڈ مسٹریس نے جواب دیا۔

"تھینک یو"...... مارٹن نے کہا اور پھر مسکراتے ہوئے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اس کا یہ نفسیاتی حربہ خاصا کامیاب رہا تھا۔ چنانچہ فون رکھ کر وہ تیزی سے باہر نکلا اور پھر پورچ میں کھڑی ہوئی کار کے قریب پہنچ کر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اس کے آگے پیچھے لگی ہوئی نمبر پلیٹوں کو اتار کر کار کے اندر رکھا اور ڈگی میں سے دو اور نمبر پلیٹیں نکال کر انہیں مخصوص ہکوں میں پھنسا دیا۔ اب اگر کوئی گاڑی کا نمبر چیک بھی کر لیتا تو اسے پرواہ نہ تھی۔ پھر کار چلاتا ہوا وہ سیدھا سکول کی طرف اڑتا چلا گیا اور پھر اس کے اندازے کے مطابق وہ فون کرنے کے پندرہ منٹ بعد سکول کے گیٹ پر پہنچ گیا۔ اس نے استقبالیہ کلرک سے کہا کہ وہ ہیڈ مسٹریس سے کہے کہ مس نسرین کو لینے کے لئے گاڑی آ گئی ہے۔ کلرک اس کی بات سنتے ہی

تیزی سے ہیڈ مسٹریس روم میں گھس گیا اور پھر جب چند لمحوں بعد وہ باہر نکلا تو ایک بے ڈول جسم کی ادھیڑ عمر عورت کے ساتھ نسرین بھی آ رہی تھی۔ نسرین کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور آنکھوں سے گہری پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ شاید وہ اپنی ماں کے ہارٹ اٹیک کا سن کر بے حد پریشان ہو گئی تھی۔

"بیٹی ہسپتال پہنچ کر مجھے ضرور فون کرنا کہ اب تمہاری والدہ کی طبیعت کیسی ہے"...... اس بے ڈول عورت نے جو شاید ہیڈ مسٹریس تھی نسرین کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"جی اچھا۔ نسرین نے کہا اور پھر وہ تیزی سے گیٹ کے سامنے کھڑی ہوئی مارٹن کی کار کی عقبی سیٹ پر بیٹھ گئی جبکہ مارٹن نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

"جلدی چلو ڈرائیور میرا دل گھبرا رہا ہے"..... نسرین نے مارٹن سے گھبرا کر کہا اور مارٹن نے ایک جھٹکے سے کار آگے بڑھا دی پھر وہ دو تین سڑکیں مڑنے کے بعد جب وہ ایک قدرے سنسان سڑک پر آیا تو اس نے کار کی رفتار یکدم آہستہ کر دی۔

"کیا ہوا"...... نسرین نے گھبرا کر پوچھا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ پریشانی تھی۔

"شاید انجن میں کوئی خرابی ہو گئی ہے۔ میں دیکھتا ہوں"۔ مارٹن نے کار ایک سائیڈ میں روکتے ہوئے کہا اور ڈیش بورڈ کھول کر ایک ڈبے میں پڑا ہوا رومال نکال کر مٹھی میں دباتے ہوئے وہ کار

سے باہر نکل آیا۔ اسی لمحے نسرین بھی دروازہ کھول کر باہر نکلنے لگی، وہ دراصل بے چینی کے عالم میں خود جلد از جلد انجن کو ٹھیک ہوتا ہوا دیکھنا چاہتی تھی۔ مارٹن تیزی سے مڑا اور دوسرے لمحے اس کا وہ ہاتھ جس میں رومال دبا ہوا تھا نسرین کی ناک پر جم گیا۔ نسرین نے تڑپ کر اپنے آپ کو چھڑانا چاہا مگر مارٹن کی گرفت بے حد سخت تھی اور چند لمحوں بعد نسرین کا جسم ڈھیلا پڑتا چلا گیا۔ جب مارٹن کو اس کے بے ہوشی کا یقین ہو گیا تو اس نے ہاتھ اس کی ناک سے ہٹایا اور پھر اس کے جسم کو دونوں نشستوں کے درمیانی حصے میں دھکیل دیا اور کار کا دروازہ بند کر دیا۔ دوسرے لمحے وہ اچھل کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور پھر کار تیزی سے اڑتی ہوئی اس کی کوٹھی کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی اور مارٹن کے ذہن میں وہ فارمولا ناچ رہا تھا جس کے حصول کے بعد تنظیم کو ایک خطیر رقم ہاتھ آنی تھی اور ظاہر ہے سیکنڈ باس ہونے کی وجہ سے اس کا حصہ خاصا معقول بنتا تھا۔

جولیا نے ہوٹل میں رکھا ہوا اپنا بیگ اٹھایا اور پھر ہوٹل کا حساب صاف کرنے کے بعد وہ کارلوس مائیکل اور مارشیا کے ساتھ کار میں بیٹھی تیزی سے ان کی رہائش گاہ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ کار کے ساتھ ساتھ اس کا ذہن بھی خاصی تیز رفتاری کے ساتھ دوڑ رہا تھا۔ جولیا نے کارلوس مائیکل کی آنکھوں میں ابھرنے والی چمک کو اچھی طرح محسوس کر لیا تھا اور وہ سوچ رہی تھی کہ اب کارلوس مائیکل کے ساتھ ایسی کون سی ترکیب استعمال کی جائے کہ اس کی پیش قدمی سے بھی بچا جا سکے اور تعلقات بھی نہ ٹوٹیں لیکن کوئی خاص ترکیب اس کے ذہن میں نہ آ رہی تھی۔ بہرحال اس نے آخرکار فیصلہ کر لیا کہ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ اسے اپنے آپ پر اعتماد تھا کہ وہ اپنی حفاظت کر سکتی ہے۔ تھوڑی دیر بعد کارلوس مائیکل نے کار ایک چھوٹی سی کوٹھی کے گیٹ کی طرف موڑ دی۔ اس نے مخصوص انداز

میں ہارن دیا تو دروازہ اندر سے کھول دیا گیا۔ گیٹ کھولنے والا ایک مقامی آدمی تھا جس نے ملازموں جیسا لباس پہن رکھا تھا البتہ اس کا انداز چھٹے ہوئے غنڈے جیسا تھا۔ سڈول اور بھرا بھرا جسم اس بات کی چغلی کھا رہا تھا کہ وہ لڑنے بھڑنے کا عادی رہا ہے۔ گیٹ کھلتے ہی مائیکل کار اندر لئے چلا گیا اور پھر اس نے کار پورچ میں روک دی۔ مائیکل اور مارشیا کے ساتھ ساتھ جولیا بھی نیچے اتر آئی۔ وہ ادھر ادھر دیکھ کر کوٹھی کے محل وقوع کا جائزہ لے رہی تھی۔

"آئیے مس"...... مائیکل نے کہا اور پھر وہ ان کے ساتھ ایک گیلری سے ہوتی ہوئی ایک بڑے سے کمرے میں پہنچ گئی۔ یہ خاصا بڑا ڈرائنگ روم تھا اور اسے شاہانہ انداز میں سجایا گیا تھا۔

"مارشیا تم مس جولیا کا کمرہ درست کرا دو اور ہمارے لئے کچھ کھانے پینے کے لئے لے آؤ"...... مائیکل نے مارشیا سے مخاطب ہو کر کہا اور مارشیا مسکراتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔ جولیا کو مارشیا کی مسکراہٹ کچھ عجیب سی لگی لیکن وہ اطمینان سے صوفے پر بیٹھی رہی۔ مائیکل نے آگے بڑھ کر دروازے کے قریب لگے ہوئے سوئچ بورڈ پر نصب ایک سرخ رنگ کا بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی سرر سرر کی تیز آوازیں ابھریں اور اس کے ساتھ ہی کمرے کے تمام دروازوں اور کھڑکیوں کے سامنے اندھے شیشوں کی دیواریں نمودار ہو گئیں۔ اب دروازے اور کھڑکیاں کھلی ہونے کے باوجود ان سے نہ کوئی باہر جا سکتا تھا اور نہ اندر آ سکتا ہے۔

"یہ کیا"...... جولیا نے بے اختیار اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے ہوئے کہا مگر دوسرے لمحے اسے واپس بیٹھ جانے پر مجبور ہونا پڑ گیا کیونکہ صوفے کے درمیان اور اس جگہ جہاں جولیا کی گردن تھی موٹی سلاخیں صوفے کی سائیڈ سے نکل کر دوسری طرف گھس گئی تھیں۔ اب جولیا اس صوفے سے نہ اٹھ سکتی تھی اور نہ حرکت کر سکتی تھی۔

"یہ کیا حرکت ہے مسٹر مائیکل"...... جولیا نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے سخت لہجے میں کہا اور مائیکل کے حلق سے نکلنے والے قہقہے سے کمرہ گونج اٹھا۔

"تم پوری دنیا کو بیوقوف بنا سکتی ہو مس جولیا لیکن مجھے نہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ تمہارا تعلق یہاں کی سیکرٹ سروس سے ہے اور تم نے خاص طور پر مجھ پر رعب ڈالنے کے لئے کلب میں غنڈوں سے جھگڑے کا ڈرامہ کھیلا تھا"...... مائیکل نے غراتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو۔ میرا سیکرٹ سروس سے کیا تعلق ہے۔ میں تو اس ملک میں اجنبی ہوں"...... جولیا نے جواب دیا۔

"مس جولیا۔ میرا نام کارلوس مائیکل ہے۔ میں جہاں بھی جاتا ہوں پہلے وہاں کی پولیس انٹیلی جنس اور سیکرٹ سروس کے متعلق مکمل معلومات حاصل کر لیتا ہوں۔ اس ملک میں آنے سے قبل میں نے یہاں کے متعلق بھی معلومات حاصل کر لیں اور مجھے معلوم ہو گیا کہ یہاں کی سیکرٹ سروس سب سے فعال تنظیم ہے جس کا سربراہ خفیہ آدمی ہے ایکسٹو۔ جسے آج تک کسی نے نہیں دیکھا اور

سیکرٹ سروس میں ایک غیر ملکی لڑکی جولیا نافٹز واٹر بھی شامل ہے اور سب سے خطرناک شخص ایک بظاہر احمق اور مسخرہ نظر آنے والا دنیا کا شاطر ترین اور عیار ترین آدمی علی عمران بھی شامل ہے جو کہ بظاہر سیکرٹ سروس کا ممبر نہیں ہے لیکن کام سیکرٹ سروس کے لئے کرتا ہے۔ کیوں کیا میں غلط کہہ رہا ہوں"...... مائیکل نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور جولیا اس شخص کی اتنی معلومات پر کوشش کے باوجود اپنی حیرت کو نہ چھپا سکی۔

"تم یقیناً اس بات پر حیران ہو رہی ہو کہ مجھے اتنی معلومات کیسے مل گئیں تو مس جولیا بلیوائیگل تنظیم بہت بڑی تنظیم ہے۔ اس میں ہر ملک کے ایجنٹ موجود ہیں۔ تنظیم کے ہیڈ آفس میں ہم نے ایک لائبریری بھی بنائی ہوئی ہے جہاں دنیا بھر کے جاسوسوں کا مکمل ریکارڈ رکھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تنظیم کو کبھی اپنے مشن میں ناکامی نہیں ہوئی۔ تنظیم نے ایک ایسے شخص سے یہ معلومات خریدی تھیں جو ایک مشن کے سلسلے میں اس ملک میں آیا تھا لیکن سیکرٹ سروس نے پوری تنظیم کو تباہ کر دیا مگر وہ شخص نکل جانے میں کامیاب ہو گیا اور اس طرح ہماری تنظیم کی لائبریری میں یہاں کی سیکرٹ سروس کی فائل مرتب کر لی گئی۔ یہاں آنے سے پہلے میں نے اس فائل کا بطور خاص مطالعہ کیا اور اس طرح مجھے یہ سب معلومات مل گئیں"...... مائیکل نے بڑی تفصیل سے تمام باتیں بتاتے ہوئے کہا۔

"خوب اچھی تنظیم ہے۔ لیکن مسٹر مائیکل تمہیں میرے متعلق اب بھی غلط فہمی ہے میں وہ غیر ملکی لڑکی نہیں ہوں جو یہاں سیکرٹ سروس کی رکن ہے۔ میں تو ایک سیاح ہوں اور بس" ...... جولیا اب بھی اپنی بات پر اڑی ہوئی تھی۔

"میں جب یہاں مشن پر آیا تو میں نے یہی پروگرام بنایا کہ یہاں قطعاً خاموشی سے کام کروں گا اور جہاں تک ہو سکے کسی کو چھیڑے بغیر اپنا مقصد حاصل کر کے چلا جاؤں گا لیکن آج کلب میں تمہیں لڑتے دیکھ کر میں فوراً سمجھ گیا کہ یہ سب ڈرامہ ہے اور پھر میں خود ہی تمہاری طرف بڑھا اور جب تم نے اپنا نام جولیا نافٹز واٹر بتایا اور بڑی آسانی سے ہوٹل چھوڑ کر ہمارے ساتھ آنے پر تیار ہو گئی تو مجھے یقین ہو گیا کہ کسی نامعلوم وجوہات کی بنا پر سیکرٹ سروس کو نہ صرف میری یہاں آمد کا پتہ چل چکا ہے بلکہ انہوں نے مجھے پہچان بھی لیا ہے اور تمہیں وہاں بھیجنے اور ڈرامہ کرانے کا مقصد یہ تھا کہ تم مجھ سے تعلقات بڑھاتیں اس طرح شاید سیکرٹ سروس اس مشن کا پتہ کرانا چاہتی ہے جس کے لئے یہاں آیا ہوں اور ظاہر ہے تمہاری نگرانی بھی کی جا رہی ہو گی تاکہ جب میں تمہیں اپنے ساتھ لے آؤں تو میری رہائش گاہ بھی سیکرٹ سروس کی نظروں میں آ جائے لیکن تم فکر نہ کرو میرے آدمی اپنے کام میں بے حد ماہر ہیں۔ تمہاری نگرانی کرنے والا اس وقت تک ہمارے قابو میں آ چکا ہو گا" ...... مائیکل نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے تیزی سے آگے بڑھ کر میز پر

پڑے ہوئے ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا اور اس کا کریڈل انگلی سے بار بار دبانے لگا۔

"یس سینڈرم سپیکنگ" ...... چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"ہمارے تعاقب کو چیک کیا گیا" ...... مائیکل نے پوچھا۔

"یس۔ ایک مقامی آدمی کلب سے ہی آپ کے تعاقب میں تھا اسے اچانک قابو کر لیا گیا ہے وہ اس وقت لونگ روم میں بے ہوش پڑا ہوا ہے" ...... سینڈرم نے جواب دیا۔

"اوکے۔ اس کا خیال رکھنا کہیں وہ نکل نہ جائے۔ میں تھوڑی دیر میں خود وہیں آ جاؤں گا" ...... مائیکل نے مطمئن لہجے میں کہا اور پھر اس نے رسیور رکھ دیا۔

"دیکھ لیا مس جولیا۔ تمہارا ساتھی اس وقت ہمارے قبضے میں ہے" ...... مائیکل نے یوں کہا جیسے اسے اپنے خیال کے درست ہونے کا پہلے سے یقین تھا۔

"پھر اب تم کیا چاہتے ہو" ...... جولیا نے براہ راست سوال کرتے ہوئے پوچھا۔

"میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم اتنا بتا دو کہ تم نے یہاں میرا کلیو کیسے لگایا" ...... مائیکل نے کہا۔

"سوری مائیکل۔ ہم تو صرف مہرے ہیں ہمیں تو ٹیلی فون پر احکام دیئے جاتے ہیں۔ ہمیں ان احکام کے علاوہ اور کسی بات کا علم

نہیں ہوتا"۔۔۔ جولیا نے جواب دیا۔

"پھر اپنے باس کو فون کرو اور اس سے پوچھ کر مجھے بتاؤ"۔ مائیکل نے گھمبیر لہجے میں کہا۔

"سوری۔ باس نے کبھی ہمیں اپنا نمبر نہیں بتایا وہ خود ہی ہم سے رابطہ قائم کر کے رپورٹ حاصل کرتا ہے۔ یہ اس کا اصول ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ اب تک نگاہوں سے اوجھل ہے"...... جولیا نے پینترہ بدلتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں گہرا اطمینان جھلک رہا تھا۔

"دیکھو جولیا۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ میں چونکہ تمہارے ساتھ انتہائی شریفانہ انداز میں باتیں کر رہا ہوں اس لئے تم میری باتوں کو اہمیت نہیں دے رہی۔ تم نے میرا دوسرا روپ نہیں دیکھا۔ میں تو صرف اس لئے نرمی برت رہا ہوں کہ تم غیر ملکی ہو لیکن تم نے اگر مجھے سختی پر مجبور کیا تو پھر شیطان بھی مجھ سے پناہ مانگتا ہے"...... مائیکل کے لہجے میں یکلدم سختی عود کر آئی۔

"میں تمہیں ذاج نہیں کر رہی بلکہ جو کچھ سچ ہے وہی بتا رہی ہوں۔ اگر تم اسے جھوٹ سمجھتے ہو تو پھر جو تمہارا جی چاہے کرو"۔ جولیا نے بھی لہجے کو سخت بناتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ تو یہ بات ہے"...... مائیکل نے اسے گھورتے ہوئے کہا اور پھر وہ قدم بہ قدم چلتا ہوا جولیا کی طرف بڑھتا چلا آیا۔ اس کی تیز نظریں جولیا پر جیسے گڑی ہوئی تھیں۔ چہرہ بالکل سپاٹ ہو گیا۔

"تم اپنے باس کا فون نمبر نہیں بتاؤ گی"...... مائیکل نے اس بار

اس کے بالکل سامنے کھڑے ہو کر کرخت لہجے میں پوچھا۔

"معلوم ہو تو بتاؤں"...... جولیا نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے جواب دیا اور دوسرے لمحے مائیکل کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے بڑھا۔ جولیا نے پھرتی سے اپنا چہرہ ایک طرف کر لیا۔ اس کا خیال تھا کہ مائیکل غصے میں آ کر اسے تھپڑ مارے گا لیکن مائیکل نے تھپڑ مارنے کی بجائے اپنا ہاتھ جولیا کے گریبان میں ڈال کر ایک زور دار جھٹکا دیا اور جولیا کا اسکرٹ چرر کی آواز نکالتا ہوا پھٹ گیا۔ جولیا یکلدم سمٹ سی گئی لیکن دوسرے لمحے مائیکل کا ہاتھ پوری قوت سے جولیا کے چہرے پر پڑا اور تھپڑ کی زور دار آواز سے کمرہ گونج اٹھا۔ تھپڑ کھاتے ہی جولیا کا جسم بے اختیار ڈھیلا پڑ گیا اور اسی لمحے مائیکل کا ہاتھ ایک بار پھر جولیا کے پھٹے ہوئے گریبان کی طرف بڑھا۔ اس کے چہرے پر شیطنیت ناچ رہی تھی مگر اس سے پہلے کہ مائیکل کا ہاتھ آگے بڑھتا جولیا نے ٹانگ کو حرکت دی اور چونکہ بندش اس کے گھٹنوں کے اوپر تھی اس لئے اس کی ٹانگ آدھی سے زیادہ اوپر اٹھ گئی تھی اور پھر جولیا کے سینڈل کی نو مائیکل کی پنڈلی کی ہڈی پر پوری قوت سے پڑی اور مائیکل بے اختیار چیخ مار کر پیچھے ہٹ گیا۔

"تم۔ تمہاری یہ جرأت"...... مائیکل نے جھک کر اپنی پنڈلی کو سہلاتے ہوئے انتہائی غضبناک لہجے میں کہا اور جولیا کی طرف بڑھا۔ اس بار اس کے ارادے انتہائی خطرناک اور شیطنیت سے بھرپور تھے اور جولیا اس شیطان کے سامنے بے بس ہو چکی تھی۔

تنویر کے ذمہ لیبارٹری کی نگرانی کا کام لگایا گیا تھا۔ اس وقت ایکسٹو کے سامنے تو وہ کچھ نہ بول سکا لیکن دل ہی دل میں اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ کسی بھی قیمت پر اس بور ترین کام میں وقت نہ گزارے گا۔ کسی آدمی کی نگرانی کی بات تو کچھ اور تھی۔ ظاہر ہے وہ آدمی ہلتا جلتا رہتا ہو گا اور اس طرح تنویر کو بھی ہلنے جلنے کی مہلت مل جاتی تھی لیکن کسی عمارت کی نگرانی یہ اس کے بس سے باہر تھی اس لئے اس نے یہی پروگرام بنایا کہ فلیٹ سے نکل کر کسی اچھے سے ہوٹل میں بیٹھ کر چائے پیے گا اور جب شام کو اس کی جگہ نعمانی کی ڈیوٹی کا وقت آئے گا تو وہ تھوڑی دیر پہلے وہاں پہنچ جائے گا اس طرح کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکے گا کہ اس نے پورے وقت نگرانی کی ہے یا نہیں اور اس کی بھی اس بور ترین ڈیوٹی سے جان بچی رہے گی۔ چنانچہ یہ فیصلہ کر کے اس نے لباس بدلا۔ چہرے پر میک اپ کی تہیں جما

کر اپنا حلیہ تبدیل کیا۔ اس نے خاص طور پر ایسا حلیہ بنایا تھا کہ کوئی اسے آسانی سے نہ پہچان سکے کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ہوٹل میں بیٹھے ہوئے کوئی اسے دیکھ لے اور پھر ایکسٹو تک اس کی کام چوری کی رپورٹ پہنچ جائے۔ اسے اچھی طرح علم تھا کہ ایکسٹو ڈیوٹی کے معاملے میں ذرا سی لاپرواہی کی ایسی بھیانک سزا دیتا ہے کہ انسان قیامت تک اپنے آپ پر لعنت بھیجتا رہے۔ آج سے دو سال قبل اس کے ساتھ ایسا ہو چکا تھا۔ اس نے اسی طرح جان بوجھ کر ڈیوٹی چھوڑ دی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک خطرناک مجرم بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ ایکسٹو نے اسے زبان سے تو کچھ نہ کہا لیکن رات کو وہ اچھا بھلا فلیٹ میں سویا پھر جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے عین مین مارکیٹ کے کچرے کے درمیان اپنے آپ کو پڑا ہوا پایا۔ سر کے بال غائب تھے۔ مونچھیں پلکیں سب کچھ غائب تھا اور اس کے جسم پر صرف ایک انڈرویئر تھا۔ سارا جسم گندگی سے لتھڑا ہوا تھا۔ لوگ اس کے ارد گرد کھڑے ہوئے یوں دیکھ رہے تھے جیسے وہ کوئی تماشا ہو۔ یہ تنویر کو ہی پتہ تھا کہ وہ سارے شہر میں اس حالت میں پیدل چلتا ہوا اپنے فلیٹ میں پہنچا تھا کیونکہ کوئی ٹیکسی والا اس کے نزدیک رکنا بھی گوارا نہ کرتا تھا اور جب باتھ روم میں نہانے دھونے کے بعد وہ باہر نکلا تو اسے میز پر پڑا ہوا ایک کاغذ نظر آیا جس پر تحریر تھا۔ "کہ یہ سب سے ہلکی سزا ہے اگر آئندہ.... ایکسٹو"...... اور تنویر کا جی چاہا کہ کسی طرح ایکسٹو اسے نظر آ جائے تو وہ اس کا ریشہ

رلیشہ الگ کر دے لیکن ظاہر ہے ایسا نہیں ہو سکتا تھا اس لئے وہ زہر کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ وہ اس تجربے کو دہرانا نہ چاہتا تھا اس لئے اس نے ایسا میک اپ کیا کہ غور سے دیکھے جانے پر بھی پہچانا نہ جا سکے۔ چند لمحوں بعد اس کی موٹر سائیکل تیزی سے گولڈن ہوٹل کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔ گولڈن ہوٹل اس کی پسندیدہ جگہ تھی۔ وہاں ہر وقت خوبصورت تتلیوں کا جمگھٹا رہتا تھا اور تنویر کو نظارہ حسن کا اچھا موقعہ مل جاتا تھا۔ پھر جیسے ہی موٹر سائیکل پارکنگ میں روک کر ہوٹل کے ہال میں داخل ہوا اسے سامنے سے جولیا ایک غیر ملکی مرد اور عورت کے ساتھ چلتی ہوئی اپنی طرف آتی دکھائی دی۔ جولیا کے چہرے پر گہرا اطمینان تھا جبکہ غیر ملکی کی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی وہ یوں جولیا کی طرف دیکھ رہا تھا جیسے اسے نظروں ہی نظروں میں پی جانا چاہتا ہو۔ تنویر جولیا کو دیکھتے ہی پہلے تو ٹھٹک کر ایک طرف ہو گیا لیکن جب جولیا ان غیر ملکیوں کے ساتھ چلتی ہوئی گیٹ سے باہر نکل گئی اور اس نے ایک اچٹتی ہوئی نظر بھی اس پر نہ ڈالی تو تنویر کے دل میں بے اختیار کھد بد سی ہونے لگی۔ جولیا کے چلنے کا انداز بتا رہا تھا کہ جیسے وہ اپنی مرضی اور خوشی سے ان کے ساتھ جا رہی ہو لیکن تنویر کے ذہن میں بار بار اس غیر ملکی کی آنکھوں میں پیدا ہونے والی چمک آ رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ غیر ملکی کی نیت جولیا کے سلسلے میں خراب ہو چکی ہے اور ظاہر ہے کم از کم تنویر جولیا کی نسبت اس قسم کا تصور ہی برداشت نہ کر سکتا تھا اس لئے اس نے

جولیا کے تعاقب کا فیصلہ کر لیا اور یہ فیصلہ کرتے ہی وہ واپس باہر آ گیا۔ جولیا اس وقت تک ایک سرخ رنگ کی کار میں ان غیر ملکیوں کے ساتھ بیٹھ چکی تھی اور پھر اس کے دیکھتے ہی دیکھتے کار تیزی سے ٹرن لے کر گیٹ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ تنویر بھی تیزی سے پارکنگ میں موجود اپنی موٹر سائیکل کی طرف لپکا مگر دوسرے لمحے وہ ٹھٹک گیا کیونکہ اس نے ہوٹل کے مین گیٹ کے قریب ہی ایک موٹر سائیکل کو کار کے پیچھے نکلتے دیکھا اور دوسرے لمحے اس کے منہ سے ایک طویل سانس نکل گئی کیونکہ وہ موٹر سائیکل سوار کو اچھی طرح پہچان چکا تھا۔ وہ صفدر تھا۔

"تو یہ بات ہے۔ یہاں بھی ڈیوٹی دی جا رہی ہے"...... تنویر نے موٹر سائیکل کی طرف بڑھتے ہوئے سوچا مگر پھر اس کے تصور میں اس غیر ملکی کی آنکھوں میں ناچتی ہوئی ہوس ابھری اور وہ اچھل کر موٹر سائیکل پر بیٹھ گیا۔ دوسرے لمحے اس کی موٹر سائیکل آندھی اور طوفان کی طرح دوڑتی ہوئی سڑک پر آئی اور ٹریفک کو کاٹتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ کار اور اس کے پیچھے جاتے ہوئے صفدر کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے رفتار آہستہ کر لی۔ وہ صفدر کی نظروں میں نہ آنا چاہتا تھا اس طرح مختلف سڑکوں پر دوڑتے ہوئے وہ ایسٹ ونگ کالونی میں داخل ہو گئے اور پھر اسے دور سے جولیا کی کار ایک کوٹھی کے گیٹ کی طرف مڑتی نظر آئی۔ تنویر نے وہیں موٹر سائیکل روکا اور اسے ایک درخت کے تنے کی آڑ میں روک کر کھڑا ہو

گیا۔ جولیا کی کار کوٹھی میں غائب ہو چکی تھی جبکہ صفدر کوٹھی کے قریب ایک بجلی کے کھمبے کی آڑ میں موٹر سائیکل روک کر اب آہستہ آہستہ قدموں سے کوٹھی کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ وہ کوٹھی کے گیٹ کے قریب پہنچ کر ایک لمحے کے لئے رکا اور پھر تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ اب وہ ساتھ والی کوٹھی کے ساتھ جانے والی گلی میں داخل ہو چکا تھا۔ تنویر سمجھ گیا کہ اب صفدر کوٹھی کی پشت کی طرف جانا چاہتا ہے۔ وہ وہیں کھڑا سوچتا رہا کہ اب کیا کیا جائے۔ جولیا تو کوٹھی کے اندر تھی جبکہ صفدر کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ صرف کوٹھی کی نگرانی کرنا چاہتا ہے جبکہ تنویر کے ذہن میں بار بار غیر ملکی کی ہوس سے پر آنکھیں ناچ رہی تھیں اور پھر چند لمحوں کی کشمکش کے بعد اس نے کوٹھی کے اندر جانے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ فیصلہ کرتے ہی وہ تیزی سے کوٹھی کی سمت بڑھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا قریبی گلی میں گھستا چلا گیا۔ پھر گلی میں گھوم کر جب وہ کوٹھی کی پشت پر آیا تو اچانک اسے دیوار کے ساتھ ایک چھوٹا سا دروازہ نظر آیا۔ دروازے کے قریب ہی جدوجہد کے آثار نمایاں تھے۔ گلی کے فرش پر پڑی دھول بتا رہی تھی کہ وہاں کوئی شخص اوندھے منہ گرا ہے اور اس کے ارد گرد قدموں کے نشانات سے ظاہر ہو رہا تھا کہ چار پانچ آدمی اس آدمی کے گرد رہے ہیں۔ تنویر نے ادھر ادھر دیکھا اور دوسرے لمحے اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا اور وہ سمجھ گیا کہ صفدر کو اغوا کر کے کوٹھی کے اندر لے جایا گیا ہے کیونکہ صفدر کے قدموں کے نشانات اس طرف

سے آتے دکھائی دے رہے تھے جدھر وہ گلی میں داخل ہوا تھا اور پھر عین دروازے سے ذرا آگے وہ نشانات ختم ہو چکے تھے۔ تنویر نے ایک طویل سانس لی اب اس کے ذہن میں آندھیاں سی چلنے لگیں۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے ذہن پر سرخ رنگ کی چادر سی چڑھتی چلی گئی ہو۔ یہ ایسا موقع تھا جب تنویر کے ذہن پر خون سوار ہو جاتا تھا اور پھر وہ احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر جہنم میں بھی کود پڑنے سے دریغ نہ کرتا تھا۔ چنانچہ یہی ہوا۔ وہ اچانک اپنی جگہ سے اچھلا اور دوسرے لمحے ہوا میں اڑتا ہوا دیوار کے اوپر جا پہنچا۔ ایک لمحے کے لئے وہ دیوار پر رکا دوسرے لمحے وہ تیزی سے کوٹھی کے اندر کود گیا۔ دیوار کے ساتھ مہندی کی گھنی باڑ موجود تھی۔ تنویر چند لمحوں کے لئے اس باڑ کے پیچھے چھپا رہا، پھر وہاں سے نکل کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اصل عمارت کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ عمارت کی پشت پر موجود گندے پانی کے اس پائپ کو پہلے ہی دیکھ چکا تھا جو چھت تک چلا گیا تھا۔ پائپ کے قریب پہنچ کر اس نے ایک لمحے کے لئے ادھر ادھر دیکھا اور پھر وہ کسی بندر کی سی پھرتی سے پائپ پر چڑھتا چلا گیا۔ چند لمحوں بعد وہ عمارت کی چھت پر پہنچ گیا۔ چھت پر سے ہوتا ہوا وہ سیڑھیوں والے دروازے کے پاس پہنچ گیا اور پھر بڑی احتیاط اور آہستگی سے سیڑھیاں اتر کر وہ دوسری منزل کی راہداری میں آ گیا لیکن یہاں تمام کمرے بالکل بند پڑے ہوئے تھے اور کہیں بھی کوئی روشنی کی کرن تک نہ تھی۔ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ سب سے نچلی منزل

پرآ جاتا۔ چنانچہ وہ سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے آ گیا۔ سیڑھیاں عمارت کی درمیانی راہداری پر نیچے اترتی تھیں۔ اسے قریبی کمرے کے دروازے سے روشنی کی کرنیں باہر آتی دکھائی دیں اور وہ پنجوں کے بل چلتا ہوا دروازے تک جا پہنچا۔ اس نے کی ہول سے آنکھ لگائی تو اسے کمرے کے درمیان میں موجود آرام دہ بستر پر وہی غیر ملکی لڑکی بڑے اطمینان سے لیٹی ہوئی نظر آئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک رسالہ تھا۔ تنویر نے آہستہ سے دروازے کو دبایا تو دروازہ کھلتا چلا گیا اور تنویر ہاتھ میں ریوالور سنبھالے اندر داخل ہو گیا۔ لڑکی رسالے کے مطالعے میں اتنی محو تھی کہ اسے دروازہ کھلنے اور تنویر کے اندر آنے کا ذرا بھی احساس نہ ہوا اور تنویر دبے قدموں بڑھتا ہوا اس کے سر پر جا پہنچا۔ پھر اس سے پہلے کہ تنویر اسے وہاں اپنی موجودگی کا احساس دلاتا لڑکی کے قریب پڑا ہوا ٹیلی فون مترنم آواز میں بول اٹھا اور لڑکی نے چونک کر رسالہ ایک طرف رکھا اور رسیور اٹھا لیا۔ تنویر چونکہ اس کی پشت پر تھا اس لئے اسے اس کی موجودگی کا احساس نہ ہو سکا۔

"مارشیا سپیکنگ"...... لڑکی کا لہجہ تحکمانہ تھا۔

"سینڈرم سپیکنگ"..... مس آپ کے تعاقب میں ایک مقامی شخص آیا تھا۔ ہم نے اسے کوٹھی کی پشت پر گھیر کر پکڑ لیا ہے"۔ دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز گونجی۔

"تو مجھے کیوں بتا رہے ہو باس سے بات کرو"...... مارشیا نے ناگوار سے لہجے میں جواب دیا۔

"باس نئی آنے والی لڑکی کے ساتھ مصروف ہیں اور ان کا حکم ہے کہ ایسی صورت میں انہیں ڈسٹرب نہ کیا جائے اور کسی بھی اہم واقعہ کی آپ کو رپورٹ دی جائے"...... سینڈرم نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے تم اسے فی الحال لونگ روم میں ڈال دو جب تمہارا باس اس لڑکی سے فارغ ہو گا اس وقت خود ہی اس کے بارے میں ہدایات دے دے گا"...... مارشیا نے سپاٹ لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رسیور رکھ دیا۔

"انتہائی بے صبرا آدمی ہے یہ مائیکل بھی۔ ذرا سا بھی صبر نہیں ہو سکا رات پڑی تھی اطمینان سے اپنی ہوس پوری کر لیتا"۔ مارشیا نے بڑبڑاتے ہوئے رسالہ دوبارہ اٹھا لیا اور تنویر کے ذہن میں جولیا کے متعلق ایسی باتیں سن کر آندھیاں سی چلنے لگیں۔ وہ سمجھ گیا کہ جولیا کی عزت خطرے میں ہے۔ چنانچہ اس نے ہاتھ بڑھا کر مارشیا کے ہاتھ سے رسالہ جھپٹ کر ایک طرف پھینک دیا اور پھر مارشیا کو بالوں سے پکڑ کر ایک زور دار جھٹکے سے بستر سے نیچے پھینک دیا۔ مارشیا کے حلق سے اس اچانک افتاد پر چیخ سی نکل گئی لیکن نیچے گرتے ہی وہ تیزی سے اٹھی اور اسی لمحے تنویر کا ہاتھ تیزی سے گھوم گیا اور کمرہ مارشیا کے چہرے پر پڑنے والے زور دار تھپڑ سے گونج اٹھا۔ وہ ایک بار پھر فرش پر گر پڑی۔ تنویر نے پوری قوت سے اس کے پیٹ پر لات مار دی اور وہ جیسے ہی بل کھا کر پلٹی اس نے ایک ہاتھ سے مارشیا کی گردن پکڑی اور اسے یوں فضا میں اٹھا لیا جیسے بچہ کسی کھلونے کو

اٹھاتا ہے۔ مارشیا بری طرح اس کی گرفت میں تڑپ رہی تھی۔

"جلدی سے اس الو کے پٹھے کا پتہ بتاؤ کہ وہ اس غیر ملکی لڑکی کے ساتھ کہاں ہے ورنہ میں تمہاری بوٹی بوٹی علیحدہ کر دوں گا"۔ تنویر کے لہجے میں بے پناہ درندگی تھی۔

"وہ شٹر روم میں ہے۔ اس کمرے سے دوسرا کمرہ"...... مارشیا نے گھٹے گھٹے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ تنویر کا حملہ اتنا اچانک اور اس کا رویہ اتنا جارحانہ تھا کہ مارشیا کا تمام جسم اور دماغ جیسے مفلوج ہو کر رہ گیا تھا۔

"شٹر روم۔ یہ کیا بلا ہے۔ جلدی بولو"...... تنویر نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور کی نال کو زبردستی مارشیا کی ناک کے ایک نتھنے میں گھسیڑتے ہوئے پوچھا اور مارشیا کا نتھنا اس زبردستی کی وجہ سے پھٹ گیا اور اس سے خون سا بہنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں شدید خوف وہراس امڈ آیا تھا۔ ایسے درندہ صفت آدمی سے اس کا پہلے کبھی واسطہ نہ پڑا تھا۔

"وہ ساؤنڈ پروف کمرہ ہے جس کا بٹن اندر ہے اور اسے اندر سے ہی کھولا جا سکتا ہے۔ باہر سے نہیں"...... مارشیا نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"چلو میرے ساتھ اور اسے کھلواؤ ورنہ یاد رکھو وہیں اس دروازے پر ہی تمہیں کسی مرغی کی طرح ذبح کر دوں گا"...... تنویر نے اسی انداز میں اسے دروازے کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔

"وہ۔ وہ باہر سے نہیں کھل سکتا"...... مارشیا کے لہجے میں موت کا شدید خوف نمایاں تھا۔

"میں کچھ نہیں جانتا اسے ہر حالت میں کھلواؤ اور فوراً"...... تنویر نے درندے کی طرح غراتے ہوئے کہا۔

"میں اسے ٹیلی فون کرتی ہوں۔ میں اسے مجبور کر دوں گی کہ وہ دروازہ کھول کر یہاں آئے اور کوئی صورت نہیں"...... مارشیا نے ڈکراتے ہوئے کہا۔

"کرو فون، اور سنو دروازہ اگر ایک منٹ کے اندر نہ کھلا تو میں تمہاری ٹانگیں توڑ دوں گا"...... تنویر نے اسے جھٹکے سے فون کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا اور مارشیا نے فوراً کانپتے ہوئے ہاتھوں سے رسیور اٹھایا اور پھر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ چند لمحے گھنٹی بجتی رہی۔

"یس۔ کون ہے"۔ پھر دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

"مم۔ مم۔ مارشیا بول رہی ہوں۔ مم۔ میں مر رہی ہوں۔ مم۔ مم۔ میرے پاس آؤ۔ میں مر رہی ہوں"...... مارشیا کے لہجے میں شدید خوف کا عنصر نمایاں تھا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور کریڈل پر پھینک دیا۔

"تمہیں یقین ہے کہ وہ آئے گا"...... تنویر نے غراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ وہ ضرور آئے گا۔ اس کے بعد اسے سنبھالنا تمہارا کام ہے"...... مارشیا نے جواب دیا اور تنویر نے اسے ایک بار پھر گردن

سے پکڑا اور گھسیٹتا ہوا دروازے کے قریب لے جا کر اس کی سائیڈ میں کھڑا ہو گیا۔ ریوالور کی نال اس نے مارشیا کے پہلو سے لگا رکھی تھی اور اب اسے آنے والے کا انتظار تھا۔ چند لمحوں بعد راہداری میں قدموں کی آواز سنائی دی اور تنویر کے اعصاب تن گئے۔ اس نے فوری طور پر مارشیا کا منہ ہاتھ میں دبالیا۔ اسے خطرہ تھا کہ عین موقع پر مارشیا بول نہ پڑے اور آنے والا ہوشیار نہ ہو جائے۔ قدموں کی چاپ دروازے کے قریب آکر رک گئی اور پھر ایک زور دار دھماکے سے دروازہ کھلا اور ایک شخص اچھل کر اندر آیا۔ تنویر نے انتہائی پھرتی سے اس آدمی کے اوپر مارشیا کو دھکیل دیا۔ دونوں لڑکھڑا کر نیچے گرے اور تنویر نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور کا رخ ان کی طرف کر دیا۔ البتہ اس کی پشت دروازے کی طرف ہو گئی تھی۔

"کھڑے ہو جاؤ۔ خبردار اگر حرکت کی"...... اس کا لہجہ انتہائی سخت تھا مگر اس سے پہلے کہ اس کا فقرہ مکمل ہوتا اچانک اس کے سر کی پشت پر قیامت ٹوٹ پڑی اور تنویر کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ کسی گہری غار میں گرتا چلا جا رہا ہو۔ اس نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی بے حد کوشش کی مگر بے سود۔ ایک لمحے بعد یہ احساس بھی ختم ہو گیا اور اس کا ذہن تاریکی کی چادر نے مکمل طور پر ڈھانپ لیا۔

جیپ ٹھیک سر عبدالرشید کے سامنے جا کر رک گئی اور سر عبدالرشید بے تابانہ آگے بڑھے۔ کیپٹن شکیل اچھل کر باہر نکلا اور پھر وہ سر عبدالرشید کے گلے سے یوں چمٹ گیا جیسے صدیوں کے بعد وہ اس سے ملا ہو۔

"تم تو پہلے سے زیادہ صحت مند ہو گئے ہو رالف"...... سر عبدالرشید نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور تم بوڑھے ہوتے جا رہے ہو"...... کیپٹن شکیل نے قہقہہ مارتے ہوئے کہا۔

"ہاں تمہارے مقابلے میں تو مجھے یہی احساس ہو رہا ہے۔ آؤ"...... سر عبدالرشید نے کہا اور پھر وہ کیپٹن شکیل کا ہاتھ پکڑے اندر ڈرائنگ روم میں داخل ہو گیا۔ اسی لمحے شگفتہ اچھلتی ہوئی اندر داخل ہوئی اور سر عبدالرشید نے جب شکیل کا تعارف کرایا تو وہ بے

اختیار کیپٹن شکیل سے لپٹ گئی اور کیپٹن شکیل نے اسے اٹھا کر پیار کیا۔

"ہم ناں کہتے تھے ڈیڈی کہ انکل رالف بول رہے ہیں لیکن آپ کو یقین ہی نہ آرہا تھا"...... شگفتہ نے شوخ لہجے میں کہا۔

"ہاں بیٹے۔ مجھے یقین ہی نہ آیا تھا"...... سر عبدالرشید نے کہا اور کیپٹن شکیل نے شگفتہ کو اتار دیا۔ اسی لمحے بیگم عبدالرشید بھی اندر داخل ہوئیں اور سر عبدالرشید نے شکیل کا اس سے تعارف کرایا۔

"انکل باجی نسرین ابھی سکول سے آنے والی ہوں گی۔ میں انہیں بتاؤں گی کہ ڈیڈی نے میری بات کا یقین نہ کیا تھا جبکہ سچ مچ انکل رالف آگئے ہیں"...... شگفتہ نے اچھلتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔ اچھا بتا دینا۔ اب تم جاؤ ہم نے باتیں کرنی ہیں"...... سر عبدالرشید نے اسے پیار سے ڈانٹتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں صوفوں پر بیٹھ گئے مگر اس سے پہلے کہ ان کے درمیان کوئی بات ہوتی ایک ڈرائیور کی وردی پہنے ہوئے شخص گھبرایا ہوا اندر داخل ہوا۔

"سر۔ مس نسرین سکول میں نہیں ہیں۔ ہیڈ مسٹریس بتا رہی ہے کہ وہ تو سکول آنے کے ایک گھنٹے بعد ہی چلی گئی تھیں"...... آنے والے نے انتہائی گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو۔ کہاں چلی گئی"...... سر عبدالرشید نے بوکھلا کر اٹھتے ہوئے کہا۔

"سر ہیڈ مسٹریس کہہ رہی تھی کہ آپ کا فون آیا تھا کہ بیگم صاحبہ

کو دل کا دورہ پڑا ہے اور وہ ہسپتال میں ہیں اور آپ کسی اور ڈرائیور کو بھیج رہے ہیں تاکہ نسرین بیگم صاحبہ کے پاس جاسکے اور پھر وہ آدمی آگیا اور مس نسرین کو لے گیا"...... ڈرائیور نے اٹکتے ہوئے لہجے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"میری بیٹی۔ میری بیٹی کو کون لے گیا"...... بیگم عبدالرشید نے چیختے ہوئے کہا۔ سر عبدالرشید کے چہرے سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ان کے جسم کا تمام خون کسی نے نچوڑ لیا ہو۔ کیپٹن شکیل حیرت بھرے انداز میں بیٹھا سر عبدالرشید کی شکل دیکھ رہا تھا۔ اس کے ذہن میں لفظ اغوا گونج رہا تھا۔ حالات بتا رہے تھے کہ کسی نے سر عبدالرشید کی بیٹی کو اغوا کر لیا ہے، مگر کیوں اور کس نے۔ ان سوالوں کے جواب اس کے ذہن میں واضح نہ تھے۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں خود ہیڈ مسٹریس سے بات کرتا ہوں"...... سر عبدالرشید نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا اور ان کا ہاتھ تیزی سے ٹیلی فون کی طرف بڑھا مگر اس سے پہلے کہ وہ رسیور اٹھاتے ٹیلی فون کی گھنٹی تیز آواز میں بج اٹھی اور سر عبدالرشید ایک لمحے کے لئے ٹھٹکے اور پھر رسیور اٹھا لیا۔

"عبدالرشید سپیکنگ"...... سر عبدالرشید کے لہجے میں ہلکی سی کھنک تھی۔ انہوں نے حیرت انگیز طور پر اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا جبکہ بیگم عبدالرشید روتی ہوئی اٹھ کر اندر چلی گئی تھی۔ شگفتہ حیرت بھرے انداز میں پلکیں جھپکا رہی تھی اور ڈرائیور بت بنا کھڑا تھا جبکہ

کیپٹن شکیل کا ذہن ابھی تک اس ادھیڑ بن میں مصروف تھا کہ نسرین کا اغوا کس نے اور کس مقصد کے لئے کیا ہے۔ کیا اس کا تعلق اسی کیس سے ہے جس کی وجہ سے وہ یہاں آیا ہے۔

"سر عبدالرشید تمہیں اپنی بیٹی کے اغوا کی خبر اب تک مل چکی ہو گی۔ تمہاری بیٹی اس وقت ہمارے قبضے میں ہے اور اگر تم نے ہماری ہدایت پر پوری طرح عمل کیا تو اس کی جان بھی محفوظ رہے گی اور عزت بھی۔ لیکن اگر تم نے پولیس کو خبر دی یا کسی اور سے ذکر کیا تو پھر تمہاری بیٹی کی عزت کی دھجیاں اڑ جائیں گی اور آخر کار اس کی مسخ شدہ لاش کسی چوراہے پر پڑی تمہیں مل جائے گی۔ اس کے بعد یہی سلوک تمہاری بیگم سے اور آخر میں تمہاری چھوٹی بیٹی شگفتہ سے کیا جائے گا۔ سن رہے ہو تم"...... دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ بے حد تحکمانہ اور ضرورت سے زیادہ تلخ تھا۔ کیپٹن شکیل چونکہ ٹیلی فون کے قریب بیٹھا تھا اس لئے وہ آواز صاف طور پر سن رہا تھا۔ گو اس کے خیال کے مطابق آواز بگاڑ کر بات کی جا رہی تھی لیکن بولنے والے کا لہجہ صاف طور پر چغلی کھا رہا تھا کہ بولنے والا کوئی غیر ملکی ہے۔

"تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو"...... سر عبدالرشید نے لرزتی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"اس بات کو بھول جاؤ کہ میں کون بول رہا ہوں۔ ہمیں وہ فارمولا چاہئے۔ روشن سائے کا فارمولا۔ باقی تفصیلات کہ تم کس

طرح یہ فارمولا ہمارے حوالے کر سکتے ہو اور تمہیں تمہاری بیٹی کیسے مل سکتی ہے ہمارا باس ٹیلی فون کر کے بتا دے گا"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ سر عبدالرشید ہاتھ میں رسیور پکڑے حیرت سے بت بنے چند لمحے کھڑے رہے پھر ان کے ہاتھ سے رسیور نکل کر میز پر گرا اور وہ یوں دھم سے صوفے پر ڈھیر ہو گئے جیسے ان کے جسم سے جان نکل گئی ہو۔ انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے ڈرائیور کو جانے کے لئے کہا اور ڈرائیور چلا گیا۔

"کیا بات ہے سر عبدالرشید۔ یہ سب کیا چکر ہے"...... کیپٹن شکیل نے پہلی بار زبان کھولتے ہوئے کہا اور سر عبدالرشید چونک پڑے۔ ان کی آنکھوں سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے انہیں کیپٹن شکیل کی موجودگی کا پہلی بار احساس ہوا ہو۔

"میں لٹ گیا رالف قطعاً لٹ گیا۔ مجھے خودکشی کرنی ہو گی۔ خودکشی"...... سر عبدالرشید نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"حوصلہ رکھو دوست۔ اتنی مایوسی اچھی نہیں ہوتی۔ یہ کس فارمولے کی بات ہو رہی ہے"...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ایک نیا فارمولا ہے۔ میں اپنی طبیعت کے مطابق یہ فارمولا مجرموں کے حوالے نہیں کر سکتا اور میری بیٹی"...... سر عبدالرشید نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے وہ چونک پڑے جیسے انہیں کوئی خیال آ گیا ہو۔ انہوں نے میز کی دراز کھول کر چھوٹی سی ڈائری نکالی اور اسے کھول کر اس کے مختلف صفحے پلٹے اور پھر انہوں نے تیزی

سے ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ جب نمبر مکمل ہوئے تو کیپٹن شکیل بھی چونک پڑا کیونکہ یہ نمبر سر سلطان کے تھے۔

"سلطان بول رہا ہوں"..... دوسری طرف سے سر سلطان کی مخصوص آواز ابھری۔

"میں اٹیمک ریسرچ لیبارٹری کا ڈائریکٹر عبدالرشید بول رہا ہوں۔ میری بیٹی مجرموں نے اغوا کر لی ہے وہ مجھ سے روشن سائے کا فارمولا مانگ رہے ہیں۔ انہوں نے دھمکی دی ہے کہ اگر میں نے انہیں فارمولا نہ دیا یا کسی کو بتایا تو وہ میری بیٹی کی عزت لوٹ کر اسے مار ڈالیں گے۔ میں کیا کروں۔ میری معصوم بیٹی"۔ سر عبدالرشید بات کرتے کرتے اچانک رو پڑے اور ان کے ہاتھ سے رسیور نیچے گر گیا اور انہوں نے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا۔ ان کا پورا جسم لرز رہا تھا۔ کیپٹن شکیل نے پھرتی سے رسیور اٹھا لیا۔ اب اسے اپنے آپ کو چھپانے کی ضرورت نہ رہی تھی۔ حالات یکدم بدل گئے تھے۔

"ہیلو سر عبدالرشید"...... دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز بار بار سنائی دے رہی تھی۔

"میں کیپٹن شکیل بول رہا ہوں جناب۔ میں عمران کا ساتھی ہوں"...... کیپٹن شکیل نے اپنی اصل آواز میں کہا اور سر عبدالرشید نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ ان کے چہرے پر شدید حیرت کے

آثار ابھر آئے تھے۔

"کیپٹن شکیل تم"...... سر سلطان کے لہجے میں ہلکی سی حیرت تھی۔

"یس سر۔ میں سر عبدالرشید کی نگرانی کے لئے ان کے ایک سائنسدان دوست کا روپ بھر کر ابھی ابھی یہاں پہنچا ہوں۔ میرے سامنے انہیں ڈرائیور نے اطلاع دی ہے کہ ان کی نوجوان بیٹی نسرین جو دسویں جماعت میں پڑھتی ہے کسی نے دھوکے سے اغوا کر لیا ہے اور پھر ابھی مجرموں کا ٹیلی فون آ گیا"...... کیپٹن شکیل نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے مجرموں کی طرف سے کہی ہوئی ساری بات لفظ بہ لفظ دوہرا دی۔

"ہونہہ۔ تو اس کا مطلب ہے کہ مجرم کھل کر میدان میں آگئے ہیں۔ سر عبدالرشید کو حوصلہ دو ان کی بیٹی کو کچھ نہیں ہوگا اور تم اس وقت تک وہیں رہو جب تک ان کی طرف سے دوسرا ٹیلی فون نہ آئے۔ میں تمہارے چیف سے بات کرتا ہوں"...... سر سلطان نے اسے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب"...... کیپٹن شکیل نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی دوسری طرف سے رسیور رکھ دیا گیا اس لئے کیپٹن شکیل نے بھی رسیور رکھ دیا۔

"تت۔ تم"...... سر عبدالرشید جو اب رونا دھونا بھول کر ٹک ٹک کیپٹن شکیل کو دیکھ رہے تھے اس سے مخاطب ہو کر کچھ کہنا

چاہتے تھے۔

"میں رالف میگاک نہیں ہوں بلکہ کیپٹن شکیل ہوں۔ آپ کے بیٹے آصف کا دوست۔ میرا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے میں نے صرف آپ کی نگرانی کے لئے بہروپ بدلا تھا تاکہ ہر وقت آپ کے ساتھ رہ سکوں۔ بہرحال اب حالات بدل گئے ہیں۔ آپ قطعاً فکر نہ کریں سیکرٹ سروس آپ کو شرمندہ نہ ہونے دے گی"...... کیپٹن شکیل نے کہا اور سر عبدالرشید ہونٹ بھینچ کر خاموش ہو رہے۔ ظاہر ہے اس کے سوا وہ اور کر بھی کیا سکتے تھے۔ ان کا سب کچھ داؤ پر لگ چکا تھا۔

عمران سر عبدالرشید سے ملنے کے بعد سیدھا سر سلطان کی رہائش گاہ پر پہنچا۔ سر سلطان آج کل بیمار تھے اس لئے دفتر سے رخصت پر تھے۔ عمران نے کار سر سلطان کی کوٹھی کے پورچ میں روکی اور پھر آگے بڑھ کر اس نے کال بیل کا بٹن دبایا۔ دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور ملازم نے سر باہر نکالا۔

"فرمائیے"...... ملازم نے کرخت لہجے میں سر سے پیر تک عمران کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ وہ شاید نیا تھا کیونکہ اس سے قبل عمران نے اسے کوٹھی پر نہیں دیکھا تھا۔

"کسی فلم کا کوئی گانا سنوا دو"...... عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں۔ گانا، فلم"...... ملازم نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہی تو کہہ رہے ہو کہ فرمائیے۔ اب جب میں نے فرمائش کی ہے تو آپ پوچھ رہے ہو۔ بھئی فلم کا گانا نہیں سنوا سکتے تو پاپ سانگ ہی دو۔ ہمیں تو گانے سے مطلب ہے چاہے فلم کا ہو یا پاپ سانگ ہو"۔۔۔۔۔۔ عمران نے یوں اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا جیسے وہ یہاں آیا ہی گانا سننے ہو۔

"آپ کا دماغ درست ہے یا مجھے درست کرنا پڑے گا"۔۔۔۔۔۔ ملازم کو شاید عمران کی باتوں پر غصہ آگیا تھا اور چونکہ وہ اچھے تن و توش کا مالک تھا اس لئے ظاہر ہے ہاتھ چلانا بھی جانتا ہو گا۔

"اوہ ہو۔ یہ کوئی پاگل خانہ ہے جہاں بگڑے ہوئے دماغ درست کئے جاتے ہیں۔ میں تو سمجھا تھا کہ سر سلطان کی کوٹھی ہے تم پاگل خانے کے کوئی دربان ہو یا تم بھی میری طرح دماغ درست کرانے آئے تھے"۔۔۔۔۔۔ عمران نے مضحکہ اڑانے والے لہجے میں کہا۔

"واقعی تمہارا دماغ درست کرنا پڑے گا"۔۔۔۔۔۔ دربان نے آپے سے باہر ہوتے ہوئے کہا اور اس نے تیزی سے آستین چڑھانی شروع کر دی۔ عمران اسے بڑی دلچسپ نظروں سے دیکھ رہا تھا لیکن اس سے پہلے کہ ملازم آگے بڑھتا اچانک ایک پرانا ملازم سائیڈ والے دروازے سے باہر آیا اور عمران کو کھڑا دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔

"عمران صاحب آپ"۔۔۔۔۔۔ ملازم نے بڑے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

"ہاں بھئی۔ تمہاری یادداشت ٹھیک کام کر رہی ہے۔ میرا نام

عمران ہی ہے۔ شاید تم اپنا دماغ درست کرا کر واپس جا رہے ہو۔ مبارک ہو"۔۔۔۔۔۔ عمران نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ نیا ملازم پرانے ملازم کی بات سنتے ہی خود بخود رک گیا۔

"دماغ درست ہے۔ کیا کہہ رہے ہیں آپ"۔۔۔۔۔۔ ملازم نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"ان داروغہ صاحب سے پوچھو جو میرا دماغ بغیر کسی مشین کے صرف ہاتھوں سے ٹھیک کرنا چاہتے ہیں"۔۔۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے فضلو۔ عمران صاحب بڑے صاحب کے خاص آدمی ہیں۔ آپ آئیے میرے ساتھ۔ صاحب اس ساتھ والے کمرے میں موجود ہیں"۔۔۔۔۔۔ پرانے ملازم نے نئے کو ڈانٹتے ہوئے کہا اور پھر سائیڈ والا دروازہ کھول کر ادب سے ایک طرف ہٹ گیا۔

"مجبوری ہے جناب فضلو صاحب۔ اب ظاہر ہے اس بگڑے ہوئے دماغ کے ساتھ ہی بڑے صاحب سے ملنا ہو گا"۔۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ اس دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کمرے کا درمیانی دروازہ کھلا ہوا تھا اور دوسرے کمرے میں روشنی ہو رہی تھی۔ عمران جانتا تھا کہ یہ سر سلطان کی لائبریری ہے جہاں وہ اکثر مطالعے میں مصروف رہتے تھے۔ عمران جب درمیانی دروازے میں پہنچا تو اس نے سر سلطان کو آرام کرسی پر بیٹھے ایک موٹی سی کتاب کے مطالعے میں مصروف پایا۔

"میں اندر آسکتا ہوں جناب"...... عمران نے دروازے میں کھڑے ہو کر بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور سر سلطان عمران کی آواز سن کر چونک پڑے۔

"اوہ۔ عمران بیٹے آؤ آؤ"...... سر سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ انہوں نے کتاب بند کر کے میز پر رکھ دی۔

"میں عمران بیٹا نہیں ہوں۔ وہ عمران ہوں جس کا دماغ درست نہیں ہے۔ آپ کے نئے ملازم فضلو کو اگر چند لمحے اور مل جاتے تو شاید اب تک میرا دماغ درست ہو چکا ہوتا"...... عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا اور آگے بڑھ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"اوہ۔ تو فضلو سے کوئی جھڑپ ہو گئی ہے۔ بیچارہ نیا آدمی ہے میں اسے سمجھا دوں گا اور سناؤ کتنے دنوں بعد ہماری یاد کیسے آ گئی"۔ سر سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے سنا تھا کہ آپ بیمار ہیں۔ سوچا چلو تعزیت۔ اوہ تعزیت نہیں لاحول ولا وہ کیا کہتے ہیں پرسا۔ ارے نہیں پرسی۔ مم۔ مگر پرسی تو مونث ہے اور آپ تو شاید"...... عمران نے الجھ کر دونوں ہاتھوں سے سر کو پکڑتے ہوئے کہا اس کے انداز سے ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی سمجھ میں نہ آرہا ہو کہ وہ کہنا کیا چاہتا ہے۔

"تمہارا مطلب ہے بیمار پرسی"...... سر سلطان نے بے اختیار ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ہاں۔ یہی لیکن آپ تو شاید مذکر۔ ارے شاید کیا یقیناً ہوں

گے۔ پھر یہ پرسی کیا معنی۔ بیمار پرسا ہونا چاہئے"...... عمران نے جرح کرتے ہوئے کہا۔

"شکر ہے تم شاید سے یقیناً پر تو آئے۔ بہرحال تمہارا بے حد شکریہ کہ تم نے پرسی یا پرسا جو بھی ہے کی تو سہی"...... سر سلطان نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"آپ سر عبدالرشید کو جانتے ہیں"...... عمران نے اچانک سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"سر عبدالرشید۔ وہ اٹیمک ریسرچ لیبارٹری کا ڈائریکٹر۔ کیوں کیا بات ہے"...... سر سلطان اس کی بات پر بے اختیار چونک پڑے۔

"بالکل وہی۔ کیسا آدمی ہے"...... عمران نے یوں پوچھا جیسے اس کے کردار کے متعلق چھان بین کر رہا ہو۔

"اچھا آدمی ہے مگر بات کیا ہے"...... سر سلطان نے سنجیدہ ہوتے ہوئے پوچھا۔

"کمال ہے۔ آپ اسے اچھا آدمی کہہ رہے ہیں جبکہ وہ مجھے کہہ رہا ہے کہ میں شادی کر لوں۔ اب آپ خود ہی سوچئے کہ کوئی اچھا آدمی کسی کو شادی کا مشورہ دے سکتا ہے"...... عمران نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اچھا اچھا۔ میں سمجھ گیا۔ لیکن عمران بیٹے موقع اچھا ہے اس کی بیٹی نسرین بڑی خوبصورت اور ذہین لڑکی ہے"...... سر سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"توبہ توبہ۔ آپ بھی کہاں پہنچ گئے۔ اس عمر میں بھی اپنی لڑکیوں کو تاڑنے سے باز نہیں آتے۔ کچھ خدا کا خوف کریں"۔ عمران نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا اور سر سلطان عمران کے اس ریمارک پر بری طرح جھینپ گئے۔

"تم واقعی شیطان ہو۔ اللہ بچائے تم سے"۔ سر سلطان نے جھینپے ہوئے انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔

"لاحول پڑھ کر دیکھیے پتہ چل جائے گا کہ کون یہاں سے غائب ہوتا ہے"۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

"مذاق بند کرو اور یہ بتاؤ کہ اصل چکر کیا ہے"۔ سر سلطان نے دانستہ طور پر سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا کیونکہ انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ اگر عمران کو نہ روکا گیا تو نجانے وہ کیا کہہ ڈالے۔

"مجرموں کی ایک بین الاقوامی تنظیم ہمارے ملک میں سرگرم کار ہے۔ وہ کیمیکل لیبارٹری سے ایک فارمولا اڑانا چاہتی ہے۔ ایک ایسا فارمولا جو ہماری حکومت کے لئے بے حد اہم ہے"۔ عمران نے بھی سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا کہہ رہے ہو۔ کیسا فارمولا۔ ابھی تک حکومت کے علم میں تو کوئی ایسا فارمولا نہیں آیا جس کی خاطر بین الاقوامی مجرم میدان میں کود پڑیں"۔ سر سلطان کے چہرے پر گہری سنجیدگی چھا گئی۔

"یہی تو سارا مسئلہ ہے۔ حکومت اس فارمولے سے بے خبر ہے

لیکن مجرموں کے کانوں میں اس کی بھنک پڑ چکی ہے۔ اگر ایک دوست ملک کی سیکرٹ سروس کا سربراہ ہمیں بلیو ایگل کی یہاں موجودگی سے خبردار نہ کرتا تو ہم خواب چھوارا، ارے نہیں خواب کنگرو ہوں والا کیا کہتے ہیں خواب"۔ عمران کا ذہن ایک بار پھر پٹڑی سے اترنے لگا تھا۔

"خرگوش"..... سر سلطان نے فوراً ہی فقرہ مکمل کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں۔ ہم خواب خرگوش میں رہتے اور مجرم خرگوش پکا کر کھا بھی چکے ہوتے"..... عمران نے جواب دیا۔

"اوہ۔ یہ تو بہت سنگین مسئلہ ہے۔ میں عبدالرشید سے اس بارے میں جواب طلب کروں گا۔ انہوں نے حکومت کو اس اہم ترین فارمولے سے بے خبر کیوں رکھا"..... سر سلطان کا چہرہ سخت ہو گیا۔

"آپ کو جواب طلبی کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے سوچا کہ آپ بیمار ہیں چلو آپ کی جگہ میں خود ہی جواب پرسی کر لوں۔ میں وہیں سے آ رہا ہوں"..... عمران نے جواب دیا۔

"اوہ۔ پھر وہ کیا کہتا ہے۔ اس نے اتنی بڑی غلطی کیوں کی ہے"۔ سر سلطان نے پوچھا۔

"دراصل اس کا قصور نہیں۔ ابھی فارمولا اس کے ذہن کے مطابق مکمل نہیں ہوا۔ اس کا خیال تھا کہ اسے مکمل کر کے حکومت

کے حوالے کیا جائے"...... عمران نے جواب دیا۔

"اوہ۔ تو یہ بات ہے۔ لیکن مجرم اس نامکمل فارمولے سے کیا حاصل کریں گے"...... سر سلطان نے اطمینان بھرے لہجے میں پوچھا۔

"مجرموں کے لئے وہ نامکمل فارمولا ہی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ بہرحال میں نے سر عبدالرشید کو اجازت دے دی ہے کہ وہ اطمینان سے فارمولے کو مکمل کرنے کے لئے کام کریں"...... عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"لیکن مجرم"...... سر سلطان نے پوچھا۔

"مجرموں سے ہم نپٹ لیں گے۔ وہ ہماری نظروں میں ہیں جس وقت چاہیں ان کی گردن پکڑ لیں۔ میرا آپ کے پاس آنے کا مقصد اور تھا"...... عمران نے بڑے لاپرواہانہ انداز میں کہا۔

"کیا"...... سر سلطان نے پوچھا۔

"آپ سر عبدالرشید کو سرکاری طور پر اس بات کا حکم دیں کہ وہ فارمولا لیبارٹری کے سٹور سے نکال کر سیکرٹ سروس کے حوالے کر دیں کیونکہ جب تک مجرم گرفتار نہیں ہو جاتے میں اس فارمولے کو دانش منزل میں محفوظ رکھنا چاہتا ہوں"...... عمران نے جواب دیا۔

"یہ کون سی بات ہے۔ میں ابھی سر عبدالرشید سے بات کرتا ہوں"...... سر سلطان نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر قریب پڑا ہوا

ٹیلی فون اپنی طرف کھسکاتے ہوئے اس کا رسیور اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ گھنٹی بج اٹھی اور سر سلطان نے چونک کر رسیور اٹھا لیا۔

"سلطان سپیکنگ"...... سر سلطان نے باوقار لہجے میں کہا۔

"بلیک زیرو بول رہا ہوں جناب"...... دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

"اوہ۔ کیا بات ہے طاہر۔ عمران بھی یہاں موجود ہے"۔ سر سلطان نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"اوہ اچھا۔ میں نے اس لئے فون کیا ہے کہ میں نے کیپٹن شکیل کو سر عبدالرشید کی نگرانی کا حکم دے دیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ سر عبدالرشید کو اس نگرانی کا علم ہو جائے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے وہ آپ سے رابطہ قائم کرے گا کیونکہ اسے معلوم ہے کہ سیکرٹ سروس کے چیف سے آپ کے ذریعے ہی رابطہ ہو سکتا ہے تو آپ مجھے فوراً اطلاع دے دیں تاکہ میں ضرورت کے مطابق مناسب کارروائی کر سکوں"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ایسا ہی ہو گا"...... سر سلطان نے جواب دیا۔

"عمران صاحب سے بھی بات کرا دیں"...... بلیک زیرو نے کہا تو سر سلطان نے رسیور عمران کی طرف بڑھا دیا۔

"عمران صاحب خیریت۔ آپ سر سلطان کے پاس کیسے گئے ہیں"...... بلیک زیرو نے پوچھا۔

"میں سر عبدالرشید سے ملا تھا تاکہ فارمولے کے بارے میں بات کر سکوں۔ اب میں سر سلطان کے پاس آیا ہوں تاکہ سر سلطان سے کہہ کر وہ فارمولا دانش منزل بھجوا دوں۔ جب تک مجرم گرفتار نہیں ہو جاتے فارمولے کو دانش منزل میں ہی رہنا چاہئے"...... عمران نے کہا۔

"آپ کی بات درست ہے۔ ایسا ہی ہونا چاہئے"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"میں آرہا ہوں پھر تفصیل سے بات ہو گی"...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"اوکے۔ میں اب چلتا ہوں۔ ویسے کیپٹن شکیل ہوشیار آدمی ہے اس لئے فوری طور پر فارمولا حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ اگر ضرورت پڑی تو میں آپ کو فون کر دوں گا۔ خدا حافظ"۔ عمران نے کہا اور پھر کمرے سے باہر آگیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار دانش منزل کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ دانش منزل پہنچ کر جب وہ آپریشن روم میں داخل ہوا تو بلیک زیرو کا چہرہ دیکھ کر وہ بے اختیار چونک پڑا۔

"کیا بات ہے طاہر"...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

"عمران صاحب ابھی ابھی سر سلطان کا فون آیا ہے کہ سر عبدالرشید کی بیٹی کو مجرموں نے اغوا کر لیا ہے اور دھمکی دی ہے کہ اگر فارمولا ان کے حوالے نہ کیا گیا تو ان کی بیٹی کو نہ صرف بے

عزت کیا جائے گا بلکہ جان سے مار دیا جائے گا"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"اوہ۔ اس کا مطلب ہے بلی تھیلے سے باہر آگئی ہے"...... عمران نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"کیپٹن شکیل سر عبدالرشید کے پاس موجود تھا کیونکہ اس سے سر سلطان نے بات کی تھی پھر میں نے اسے ٹرانسمیٹر پر ہدایات دے دی ہیں کہ وہ مسلسل ان کے ساتھ رہے تاکہ کہیں وہ خوف زدہ ہو کر فارمولا مجرموں کے حوالے نہ کر دیں"...... بلیک زیرو نے بتایا۔

"ٹھیک ہے۔ جولیا اور صفدر کی طرف سے کوئی رپورٹ ملی ہے یا پھر بلاکوخان کی صراحی نے کچھ بتایا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"صراحی بھی خاموش ہے اور ان دونوں کی طرف سے فی الحال کوئی رپورٹ نہیں ملی"...... بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"اوکے۔ تم ایسا کرو کہ کیپٹن شکیل کے علاوہ باقی ممبروں کو کال کر کے تھرٹین ایسٹ ونگ بھیج دو۔ میں وہیں جا رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ مجرموں نے سر عبدالرشید کی بیٹی کو اغوا کر کے وہیں رکھا ہو گا"...... عمران نے اسے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں انہیں کال کر کے وہاں بھجوا دیتا ہوں وہ آپ سے مزید ہدایات لے لیں گے"...... بلیک زیرو نے جواب دیا اور عمران سر ہلاتا ہوا واپس مڑ گیا۔ اس کے ذہن میں بار بار یہ خیال آرہا تھا کہ آخر مجرموں کو اس حد تک جانے کی کیوں ضرورت پیش آئی۔

اس سے قبل تو وہ خفیہ طور پر سب کارروائی کرنا چاہتے تھے۔ صاف ظاہر ہے کہ فارمولا انہیں سیدھے ہاتھوں نہیں مل سکا اس لئے وہ کھل کر میدان میں آگئے ہیں۔ عمران یہی سوچتا ہوا کار تک آیا اور پھر اس نے سب سے پہلے کار کی ڈرائیونگ سیٹ اٹھا کر اس کے نیچے موجود خفیہ باکس سے جدید ترین مشین گن نکال کر باہر رکھی اور پھر سیٹ بند کر کے اس نے سٹیرنگ سنبھال لیا۔ اس کی چھٹی حس بتا رہی تھی کہ یہ کیس اتنا سیدھا اور آسان ثابت نہیں ہو گا جتنا بظاہر نظر آ رہا ہے۔ یہی سوچتا ہوا وہ کار دانش منزل سے نکال کر ایسٹ ونگ کالونی کی طرف اڑائے چلا جا رہا تھا۔

جولیا بڑی بے بسی کے عالم میں حبشی مائیکل کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ رہی تھی۔ اس کا سکرٹ بری طرح پھٹ چکا تھا اور مائیکل کی آنکھوں سے جھانکتی ہوئی شیطنیت اس کے ارادوں کا پتہ بتا رہی تھی۔ جولیا کے دماغ نے ایک لمحے میں فیصلہ کر لیا کہ اسے سب سے پہلے اپنی عزت بچانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

"ٹھہرو۔ میں تمہیں باس کا نمبر بتاتی ہوں"..... جولیا نے دہشت زدہ لہجے میں کہا۔

"اب کوئی فائدہ نہیں۔ میں خود ہی معلوم کر لوں گا"۔ مائیکل نے مکروہ آواز میں ہنستے ہوئے کہا اور اس کے عقب میں آکر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس کے ہاتھ تیزی سے جولیا کے جسم کے گرد لپٹتے چلے گئے اور پھر جیسے ہی اس کا چہرہ جولیا کے سر کے قریب آیا تو جولیا نے پوری قوت سے اپنے جسم کو جھٹکا دیا اور اس کے سر کی ضرب مائیکل کی

ناک پر پوری قوت سے پڑی اور اس کے ساتھ ہی جس صوفے پر جولیا بیٹھی ہوئی تھی وہ الٹ کر پیچھے کھڑے ہوئے مائیکل کے اوپر گرتا چلا گیا۔ ناک پر پڑنے والی اچانک ٹکر سے مائیکل لڑکھڑا گیا تھا اور پھر صوفہ الٹ کر اس سے ٹکرایا تو وہ نیچے فرش پر جا گرا اور جولیا صوفے سمیت اس کے اوپر جا گری مگر صوفہ اس کے اوپر گرتے ہی لڑھک گیا اور جولیا صوفے سمیت سائیڈ میں جا گری۔ صوفے کے اس طرح لڑھکنے سے وہ تار جو فرش سے نکل کر صوفے میں غائب ہو رہی تھی جھٹکا لگنے سے ٹوٹ گئی اور اس کے ٹوٹتے ہی جولیا کے جسم کو جکڑنے والی وہ سلاخیں جو صوفے کے ایک بازو سے نکل کر دوسرے بازو میں غائب ہو گئی تھیں چرر کی تیز آواز سے غائب ہو گئیں۔ جولیا صوفے کی بندش سے آزاد ہو گئی۔ صوفے کی گرفت سے آزاد ہوتے ہی جولیا اچھل کر کھڑی ہوئی مگر اسی لمحے اس کو پہلو پر مائیکل کی زوردار لات کھانی پڑی۔ یہ ضرب اتنی زبردست تھی کہ جولیا اچھل کر منہ کے بل سامنے والے صوفے پر جا گری۔ مائیکل نے اس کے گرتے ہی تیزی سے چھلانگ لگائی مگر جولیا انتہائی پھرتی سے کروٹ بدل گئی اور مائیکل اپنے ہی زور میں سینے کے بل صوفے میں دھنستا چلا گیا۔ جولیا نے پلٹ کر پوری قوت سے کھڑی ہتھیلی کا وار مائیکل کے پہلو پر کیا اور اس کے ساتھ ہی وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ مائیکل ضرب کھانے کے باوجود قلابازی کھا کر سیدھا ہو گیا۔ اس کا چہرہ غصے کی شدت سے سیاہ پڑ گیا تھا۔ ناک سے خون کی لکیر نکل کر اس کے ہونٹوں میں

غائب ہو رہی تھی۔

"میں تمہیں پیس ڈالوں گا۔ مار ڈالوں گا"...... مائیکل نے کسی زخمی درندے کی طرح غراتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں اب وحشت اور درندگی کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔

"تم نے میرے جسم کو ہاتھ لگا کر اپنی موت کو آواز دے لی ہے۔ مائیکل"...... جولیا نے بھی جواب میں غراتے ہوئے کہا اور عین اسی لمحے مائیکل نے چھلانگ لگا دی۔ جولیا نے پھرتی سے دائیں پہلو پر اپنے جسم کو کاٹا مگر مائیکل لڑنے بھڑنے کے فن میں ماہر تھا۔ اس نے ہوا میں ہی اپنی پوزیشن کو بدل لیا اور اس کا جسم دائیں پہلو پر کٹتے ہوئے جولیا کے جسم سے پوری قوت سے ٹکرایا اور جولیا کو اپنے ساتھ لئے ہوئے قالین پر جا گرا۔ مائیکل نے نیچے گرتے ہی اپنے دونوں گھٹنے سمیٹ لئے وہ شاید گھٹنوں کی بھرپور ضرب جولیا کے پیٹ پر مارنا چاہتا تھا مگر جولیا نے نیچے گرتے ہی اپنی دونوں ٹانگیں پھرتی سے سمیٹیں اور مائیکل ہوا میں اڑتا ہوا دیوار سے جا ٹکرایا اور جولیا الٹی قلابازی کھا کر کھڑی ہو گئی۔ پھر مائیکل کو اٹھنے میں بس ایک سیکنڈ کی دیر ہو گئی اور جولیا نے انتہائی پھرتی سے اس کی ایک ٹانگ پکڑ کر اپنی طرف کھینچی اور بائیں ٹانگ کی بھرپور ضرب اس کے پیٹ کے نچلے حصے میں لگائی۔ مائیکل کے حلق سے دردناک چیخ نکل گئی۔ اس کے ساتھ ہی جولیا نے اپنے جسم کو لٹو کی طرح گھمایا اور مائیکل کا جسم بھی اس کے ساتھ ہی گھومتا چلا گیا۔ جولیا شاید اس کی ٹانگ گھٹنے کے اوپر سے

توڑنا چاہتی تھی مگر مائیکل نے انتہائی پھرتی سے کام لیا اور جیسے ہی جولیا کے ساتھ اس کا جسم گھوما اس کی دوسری لات کی بھرپور ضرب جولیا کی پشت پر پڑی اور جولیا اچھل کر منہ کے بل آگے قالین پر جا گری اور پھر ان دونوں نے اٹھنے میں ایک ساتھ پھرتی کا مظاہرہ کیا لیکن اس بار بھی جولیا اپنی بے پناہ پھرتی کی وجہ سے مائیکل پر برتری حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ اس نے اٹھ کر لڑنے کی بجائے تیزی سے الٹی قلابازی کھائی اور اس کا جسم پشت کی طرف سے کمان کی طرح جھکا۔ اس نے دونوں ہاتھ فرش پر ٹیکے اور دوسرے لمحے اٹھتے ہوئے مائیکل کی گردن کے گرد اس کی دونوں ٹانگیں آکٹوپس کی طرح لپٹتی چلی گئیں۔ اس کے ساتھ ہی جولیا کا جسم بجلی کی سی تیزی سے فرش پر کروٹیں بدلتا چلا گیا اور مائیکل بھی اس کے ساتھ ہی بری طرح لوٹ پوٹ ہوتا ہوا کمرے میں گھسٹتا رہا۔ اس کے حلق سے بے اختیار چیخیں سی نکل رہی تھیں اور پھر جیسے ہی اسے موقع ملا اس نے پوری قوت سے دونوں ہاتھ جوڑ کر جولیا کی پنڈلیوں پر بھرپور وار کیا اور جولیا کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے کمرہ گونج اٹھا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کی دونوں پنڈلیوں کی ہڈیاں اس ضرب سے چور چور ہو گئی ہوں اور ایک لمحے کے لئے اس کا پورا جسم مفلوج سا ہو گیا۔ مائیکل نے اس لمحے سے فائدہ اٹھایا اور وہ اچھل کر نہ صرف کھڑا ہو گیا بلکہ اس نے پوری قوت سے جولیا کے دائیں پہلو پر لات مار دی اور جولیا پلٹ کر دیوار کے ساتھ جا ٹکرائی۔ مائیکل نے اس پر

چھلانگ لگا دی مگر جولیا چکنی مچھلی کی طرح نیچے سے پھسل کر ایک طرف ہو گئی اور مائیکل پوری قوت سے دیوار سے جا ٹکرایا۔ اس نے جلدی سے اپنے دونوں ہاتھ آگے کر دیئے تھے اس لئے اس کا سر دیوار سے ٹکرانے سے بچ گیا ورنہ شاید اس کا سر دیوار سے ٹکرا کر ہزاروں ٹکڑوں میں تبدیل ہو جاتا۔ جولیا ایک بار پھر کھڑی ہونے میں کامیاب ہو گئی تھی مگر پنڈلیوں پر لگنے والی بھرپور ضرب سے وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکی اور لڑکھڑا کر کونے میں رکھی ہوئی میز پر گر گئی۔ مائیکل تڑپ کر سیدھا ہوا اور اس نے بلو ریچھ کے سے انداز میں نیم دائرہ بناتے ہوئے جولیا پر چھلانگ لگا دی۔ وہ شاید جولیا کو دیوار کے اس کونے میں ہی رگید کر ختم کر دینا چاہتا تھا مگر اس سے پہلے کہ اس کا جسم جولیا سے ٹکراتا جولیا نے میز پر ہی دونوں ہاتھ ٹکاتے ہوئے اپنے جسم کو ہوا میں اچھالا اور اس کی دونوں ٹانگیں اپنے اوپر باز کی طرح جھپٹتے ہوئے مائیکل کے سینے پر پوری قوت سے پڑیں اور مائیکل اسی طرح اڑتا ہوا واپس پلٹا اور دروازے کے ساتھ لگے ہوئے سوئچ بورڈ کے ساتھ ایک دھماکے سے ٹکرایا اور نیچے جا گرا۔ جولیا کا جسم فلائنگ کک لگا کر جیسے ہی نیچے گرا عین اسی لمحے فرش کی وہی جگہ جہاں جولیا گری تھی اچانک کسی تختے کی طرح پھٹ گئی۔ شاید مائیکل کا جسم لگنے سے سوئچ بورڈ پر لگا ہوا کوئی بٹن دب گیا تھا اور جولیا کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کا جسم لامتناہی گہرائی میں کسی حقیر تنکے کی طرح گرتا چلا جا رہا ہو۔ اس کے حلق سے ہلکی سی چیخ نکلی اور پھر

اس کے ہوش و حواس اس کا ساتھ چھوڑ گئے۔ ادھر مائیکل جب سوئچ بورڈ سے ٹکرا کر نیچے گرا تو وہ پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا مگر دوسرے لمحے اس کا دماغ کسی پھرکی کی طرح گھوم گیا کیونکہ جولیا اچانک غائب ہو گئی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کوئی بھوت ہو جو اچانک غائب ہو گئی ہو۔ وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے کمرے کے اس کونے کو دیکھتا رہ گیا جہاں جولیا غائب ہو گئی تھی۔ اسے شاید اس خفیہ بٹن یا وہاں سے فرش کے ہٹنے کی تکنیک کا علم ہی نہ تھا۔ اس نے کچھ دن پہلے ہی اس کوٹھی میں رہائش رکھی تھی۔ اس سے پہلے یہ کوٹھی اس کی تنظیم کے ایک فرد کے قبضے میں تھی اور بلیو ایگل کے اچانک آنے کی وجہ سے وہ وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ اس نے شاید مائیکل کو اس کمرے کے پورے میکنزم سے آگاہ نہ کیا تھا۔ بلیو ایگل کو صرف اس صوفے سے نکلنے والی سلاخوں اور شٹرز کے دروازوں پر گرنے کا ہی علم تھا لیکن اب جولیا کے اچانک غائب ہو جانے سے وہ حیرت سے بت بنا اس جگہ کو دیکھتا رہا۔ اس نے آگے بڑھ کر اس جگہ پر زور سے پیر مارا جہاں جولیا ایک لمحہ پہلے کھڑی تھی لیکن فرش سے ایسی کوئی آواز پیدا نہ ہوئی جس سے وہ سمجھتا کہ یہاں سے فرش علیحدہ ہے۔ قالین اسی طرح پورے کمرے کے فرش پر بچھا ہوا تھا۔ مائیکل نے جھک کر غور سے اس جگہ کو دیکھنا شروع کیا اور پھر چند ہی لمحوں میں اس پر یہ انکشاف ہوا کہ ایک مخصوص چوکور قطعے میں قالین کا ٹکڑا باقی قالین سے علیحدہ ہے لیکن ایسا غور سے دیکھنے پر ہی معلوم ہوتا تھا کیونکہ

قالین پر بنے ہوئے بڑے بڑے پھول اس طرح ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے کہ باریک سی لکیر عام نظروں سے دیکھنے پر محسوس تک نہ ہوتی تھی۔ مائیکل ایک طویل سانس لیتا ہوا سیدھا ہو گیا۔ اس نے سر پر ہاتھ پھیر کر پریشان بالوں کو سنوارنے کی کوشش کی۔ اپنے آپ کو سنبھالا اور پھر وہ میز پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"ہیلو ویگاس سپیکنگ"...... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"بلیو ایگل"...... مائیکل نے اپنے لہجے میں جبراً قابو پاتے ہوئے کہا۔

"یس باس۔ حکم فرمائیے"...... ویگاس کا لہجہ یکدم مؤدبانہ ہو گیا۔

"شٹر روم میں فرش ہٹنے کا بھی کوئی میکنزم ہے"...... بلیو ایگل کے لہجے میں کرختگی عود کر آئی۔

"اوہ ہاں باس۔ اس وقت میں بتانا بھول گیا۔ کمرے کے شمالی کونے میں ایک چوکور قطعہ سوئچ بورڈ کے درمیان میں لگے ہوئے زرد رنگ کے چھوٹے بٹن کو دبانے سے کسی تختے کی طرح ہٹ جاتا ہے"...... ویگاس نے جواب دیا۔

"اس میں گرنے والا کہاں جاتا ہے"...... مائیکل نے دانت بھینچتے ہوئے کہا۔

"باس نیچے گہرائی میں گڑھ ہے۔ یہ میکنزم میں نے لاشوں سے

چھٹکارا پانے کے لئے تیار کرایا تھا۔ یہ گٹر آگے جا کر شہر کے مین گٹر میں مل جاتا ہے۔ اس طرح یہاں سے پھینکی جانے والی لاش ہزاروں فٹ دور جا کر کسی سیوریج کے تالاب میں ہی ملتی ہے اور اس وقت تک لاش کا حلیہ تک بگڑ جاتا ہے اور پہچانے جانے کے قابل نہیں رہتی۔ اس طرح ہم پر کسی کو شبہ تک نہیں ہوتا"...... ویگاس نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ ٹھیک ہے"...... بلیو ایگل نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور پھر اس نے رسیور رکھ دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اچھا ہی ہوا کہ اچانک یہ بٹن دب گیا اور یہ جولیا نیچے گٹر میں جا گری کیونکہ اپنی پوری کوشش کے باوجود وہ کسی بھی طرح جولیا پر قابو نہ پا سکا تھا اور جس دلیری، پھرتی اور تیزی سے وہ لڑ رہی تھی اس سے ظاہر تھا کہ اگر وہ اچانک گٹر میں نہ گرتی تو مائیکل کے لئے ایک خوفناک خطرہ بن جاتی۔ اسے یقین تھا کہ گٹر میں گرنے کے بعد جولیا کے زندہ بچ نکلنے کا ایک فیصد بھی امکان نہیں کیونکہ اول تو گٹر میں زہریلی گیس ہی اس کا خاتمہ کرنے کے لئے کافی ہے اور پھر اچانک گرنے سے وہ یقیناً بے ہوش ہو گئی ہو گی۔ دوسرے لفظوں میں مائیکل کے خیال کے مطابق ہر حالت میں اس کی موت یقینی ہو چکی تھی۔ مائیکل نے آگے بڑھ کر شٹرز اٹھانے والا بٹن دبایا اور سرر کی تیز آوازوں سے دروازے اور کھڑکیوں پر سے شٹرز اٹھتے چلے گئے۔ مائیکل تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔ اس کے کپڑے تقریباً پھٹ گئے تھے چہرے پر

ضربوں کے نشانات تھے اور جسم ٹوٹ رہا تھا وہ کوٹھی میں موجود اپنے کارکنوں کے سامنے جانے سے پہلے اپنا حلیہ ٹھیک کرنا چاہتا تھا اس لئے سیدھا مارشیا کے کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

تنویر کو جب ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو ایک مستطیل نما کمرے کے فرش پر پڑا ہوا پایا۔ اس کا سر پکے ہوئے پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ اس نے ہوش میں آتے ہی بے اختیار اپنے سر پر ہاتھ پھیرا اور دوسرے لمحے اس کے حلق سے ایک طویل سانس نکل گئی کیونکہ سر کی پشت پر ایک بڑا سا گومڑا ابھر آیا تھا۔

"بچ گئے ہو تنویر اگر ضرب ذرا سی اور زور کی پڑ جاتی تو شاید تمہیں سر پر ہاتھ پھیرنے کی بھی مہلت نہ ملتی"...... صفدر کی آواز تنویر کے کانوں میں پڑی اور تنویر بے اختیار پیچھے کی طرف گھوم گیا اس نے صفدر کو دیوار سے ٹیک لگائے بڑے اطمینان سے بیٹھے ہوئے دیکھا۔

"تم ادھر اطمینان سے بیٹھے ہو ادھر جولیا کی عزت خطرے میں ہے"...... تنویر نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جولیا کی عزت"...... صفدر نے چونک کر پوچھا اور تنویر نے

مائیکل کی آنکھوں میں ناچنے والی شیطنیت سے لے کر مارشیا پر قابو پانے اور پھر مائیکل کو بلانے تک کا تمام حال تفصیل سے بتا دیا۔

"بس میں بے خبری میں مار کھا گیا۔ قدموں کی آواز سے یہی محسوس ہوا تھا کہ آنے والا اکیلا ہے لیکن دوسرا آدمی شاید ضرورت سے زیادہ محتاط تھا کہ اس کے قدموں کی آواز تک نہ ابھری اور اس نے پیچھے سے وار کر کے مجھے بے بس کر دیا"...... تنویر نے کہا۔

"بہرحال تمہیں یہاں پہنچے ہوئے آدھ گھنٹہ ہو گیا ہے کیونکہ تمہارے یہاں پھینکے جانے سے ہی مجھے ہوش آیا تھا۔ میرے سر پر اچانک زوردار ضرب لگائی گئی تھی اس لئے ہوش میں آنے کے باوجود دس پندرہ منٹ تک میرا ذہن صاف نہ ہو سکا تھا اور پھر جب پوری طرح ہوش میں آنے کے بعد میں نے تمہیں پہچانا تو تمہیں ہوش میں لانے کی کوشش کرتا رہا اور تمہیں بمشکل اب ہوش آ سکا"۔ صفدر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ پھر تو بہت برا ہوا ہمیں فوراً یہاں سے نکلنے کے لئے کچھ کرنا چاہئے۔ نجانے جولیا کے ساتھ کیا بیتی ہو گی"...... تنویر نے اچھل کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"میں سب جائزہ لے چکا ہوں۔ یہاں سے نکلنا محال ہے۔ باقی رہی جولیا تو وہ کوئی تر نوالہ نہیں وہ اپنی عزت بچانا جانتی ہے"۔ صفدر نے اعتماد بھرے لہجے میں کہا لیکن تنویر نے اس کی بات سنے بغیر تیزی سے دیواروں کو ہاتھوں اور پیروں سے ٹھونکنا شروع کر دیا۔

وہ شاید کسی خفیہ رستے کی تلاش میں تھا لیکن اس کی تمام کوششیں بے سود جا رہی تھیں مگر تنویر مایوس ہونے کی بجائے اور زیادہ جوش و خروش سے اپنے کام میں مصروف رہا۔ لحہ بہ لحہ اس کی وحشت بڑھتی جا رہی تھی اس کے ذہن میں جولیا کے ساتھ ہونے والی زیادتی کا خیال آتا اور اس کے جسم میں آگ سی لگ جاتی۔ تھوڑی ہی دیر میں اس نے دیواروں کا چپہ چپہ ٹھونک کر دیکھ لیا لیکن کہیں بھی کسی راستے کا سراغ نہ ملا۔ پھر اس نے کمرے کے فرش کو پیروں سے بجانا شروع کر دیا لیکن یہاں بھی وہی نتیجہ ڈھاک کے تین پات۔

"عجیب کمرہ ہے۔ کہیں کوئی سوراخ تک نہیں"...... آخر تنویر نے شکست تسلیم کرتے ہوئے فرش پر ڈھیر ہوتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے ہمیں انتظار کرنا چاہئے۔ جلد یا بدیر کوئی نہ کوئی ضرور آئے گا"..... صفدر نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ تنویر کوئی جواب دیتا اچانک کمرے کی شمالی دیوار سرر کی تیز آواز نکالتی ہوئی درمیان سے شق ہوئی اور تین نقاب پوش ہاتھوں میں مشین گنیں سنبھالے اندر داخل ہوئے۔ آگے والے نقاب پوش کا چہرہ نیلے رنگ کے نقاب میں چھپا ہوا تھا جس پر ایک اڑتے ہوئے عقاب کی تصویر نقش تھی جبکہ باقی دو کے نقاب عام نوعیت کے تھے۔ ان کے اندر داخل ہوتے ہی صفدر اور تنویر بے اختیار اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ نیلے رنگ کا نقاب اوڑھے نقاب پوش تو دروازے کے سامنے ہی رک گیا جبکہ باقی دو نقاب پوشوں نے

سائیڈ میں ہو کر پوزیشنیں سنبھال لیں اور ظاہر ہے ان تینوں کی مشین گنوں کا رخ ان دونوں کی طرف ہی تھا۔

"تم دونوں جولیا کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک آئے ہو"۔ بلیو ایگل نے کرخت لہجے میں ان دونوں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا

"جولیا۔ کون جولیا"...... صفدر نے جواب دینے میں پہل کرتے ہوئے کہا اور نقاب پوش کے حلق سے نکلنے والے قہقہے سے کمرہ گونج اٹھا۔

"خوب۔ اچھا مذاق ہے۔ سیکرٹ سروس کے ممبران آپس میں بھی ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے"...... بلیو ایگل نے ہنستے ہوئے کہا۔

"سیکرٹ سروس۔ تمہیں مذاق اڑانے کے لئے میں ہی ملا ہوں۔ سنو میرا سیکرٹ سروس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں تو کوٹھی کی پچھلی گلی سے گزر رہا تھا کہ اچانک چند آدمی مجھ پر ٹوٹ پڑے اور جب میری آنکھ کھلی تو میں اس کمرے میں موجود تھا"۔ صفدر نے اپنی کہانی بتاتے ہوئے کہا۔

"خوب اچھی کہانی ہے۔ بچوں کے کسی رسالے میں چھپ سکتی ہے۔ سنو۔ جولیا تو اپنے انجام کو پہنچ چکی ہے اور اب تمہاری باری ہے۔ میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ تمہارے نام معلوم ہو سکیں تاکہ مجھے علم رہے کہ سیکرٹ سروس کے کون کون سے ممبر مارے جا چکے ہیں"...... نقاب پوش نے کرخت لہجے میں کہا۔

"تم نے جولیا کے ساتھ کیا کیا ہے"...... اچانک تنویر نے غراتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ چلو تم نے تو مان لیا کہ تم جولیا کے ساتھی ہو اور جہاں تک جولیا کے انجام کا تعلق ہے جو انجام کسی نوجوان اور خوبصورت لڑکی کا ہو سکتا ہے وہی اس کا بھی ہوا"...... نقاب پوش نے مسکراتے ہوئے کہا اور دوسرا لمحہ نہ صرف نقاب پوشوں کے لئے حیرت انگیز ثابت ہوا بلکہ صفدر بھی حیران رہ گیا کیونکہ تنویر جو تین مشین گنوں کی زد میں تھا اچانک بجلی کی سی تیزی سے اچھلا اور اس نے تیزی سے سائیڈ میں کھڑے ہوئے ایک نقاب پوش پر حملہ کر دیا۔ یہ سب کچھ اتنا غیر متوقع تھا کہ ایک لمحے کے لئے کوئی بھی کچھ نہ سمجھ سکا اور تنویر نے پوری قوت سے اس نقاب پوش کو اٹھا کر نیلے نقاب والے پر اچھال دیا اور وہ دونوں ایک دوسرے سے ٹکرا کر نیچے جا گرے۔ تیسرے نقاب پوش نے انتہائی پھرتی سے مشین گن کا ٹریگر دبا دیا لیکن اس کی پھرتی کسی کام نہ آئی کیونکہ صفدر اس کی انگلی کی حرکت سے پہلے ہی اس پر چھلانگ لگا چکا تھا اور اس کے پیر کی زبردست ضرب نے گن کی نال کو فرش کی طرف جھکنے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ مشین گن سے نکلنے والی گولیوں نے سوائے فرش خراب کرنے کے اور کچھ نہ کیا اور پھر صفدر کی دوسری لات نے نقاب پوش کو اچھال کر کونے میں پھینک دیا۔ اس کے ہاتھ میں مشین گن نکل کر ایک طرف جا گری۔ صفدر نے اس مشین گن پر قبضہ کرنے کے

لئے چھلانگ لگائی مگر اس کے پہلو پر نیلے نقاب والے کی زور دار ضرب لگی اور وہ اچھل کر سائیڈ کی دیوار سے جا ٹکرایا۔ ادھر تنویر کسی بپھرے ہوئے سانڈ کی طرح دوسرے نقاب پوش کو بری طرح فرش پر رگید رہا تھا اس لئے نیلے نقاب والے کو صفدر پر وار کرنے کی مہلت مل گئی۔ مشین گنیں ان دونوں کے ہاتھوں سے بھی نکل چکی تھیں۔ ادھر صفدر نے جس نقاب پوش کو اچھالا تھا وہ بھی اٹھ کر انتہائی تیزی سے مشین گن کی طرف جھپٹا مگر اسی لمحے تنویر کے نیچے پڑے ہوئے نقاب پوش کا داؤ چل گیا اور اس نے تنویر کو دونوں پیروں کے زور پر اچھال دیا اور تنویر اڑتا ہوا صفدر والے نقاب پوش سے جا ٹکرایا اور وہ دونوں ایک بار پھر فرش پر جا گرے۔ نیلے نقاب والے نے صفدر کو ضرب لگا کر مشین گن کی طرف ہی چھلانگ لگائی تھی اور وہ مشین گن پر گرفت حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہو گیا مگر اسی لمحے صفدر اپنی جگہ سے کسی گیند کی طرح اچھلا اور وہ نیلے نقاب والے کو رگیدتا ہوا تنویر والے نقاب پوش سے جا ٹکرایا جو اس وقت اٹھنے کی ہی کوشش کر رہا تھا اور وہ تینوں ایک دوسرے سے ہی الجھ گئے۔ نیچے گرتے ہی وہ تینوں بیک وقت اٹھے اور پھر صفدر کا داؤ لگ گیا۔ اس نے پوری قوت سے مکا نیلے نقاب والے کے پیٹ میں اور لات دوسرے نقاب پوش کے پہلو میں جما دی اور ان کے نیچے گرتے ہی وہ تیزی سے مڑا تاکہ کسی مشین گن پر قبضہ جما سکے مگر اسی لمحے کمرہ ایک خوفناک چیخ سے گونج اٹھا۔ تنور جیسے ہی صفدر والے

نقاب پوش سے ٹکرا کر نیچے گرا اس کے ہاتھوں میں مشین گن آ گئی اور اس نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر مشین گن کو کسی لاٹھی کی طرح گھما کر نقاب پوش کے سر پر مار دیا۔ وار کچھ اتنی قوت سے پڑا تھا کہ بے چارے نقاب پوش کو چیخ مارنے کی مہلت مل سکی اور اس کے بعد وہ تڑپ تک نہ سکا اور پھر اس سے پہلے کہ صفدر سنبھلتا یا تنویر کو روکتا تنویر نے انتہائی پھرتی سے مشین گن سیدھی کی اور دوسرے لمحے کمرہ مشین گن کی بے تحاشا فائرنگ سے گونج اٹھا۔ گولیوں کی بوچھاڑ پہلے نیلے نقاب والے کے جسم سے ٹکرائی اور اس کا جسم ایک لمحے کے لئے ہوا میں اچھلا اور پھر فرش پر ڈھیر ہوتا چلا گیا اور گولیوں کا دوسرا راؤنڈ دوسرے نقاب پوش کے جسم پر پڑا اور اس کے جسم میں بھی سوراخ ہوتے چلے گئے۔ صفدر چونکہ درمیان میں کھڑا تھا اس لئے پہلی فائرنگ ہوتے ہی وہ انتہائی پھرتی سے زمین پر گر گیا۔ کہیں پاگل پن میں وہ تنویر کی مشین گن سے نکلنے والی گولیوں کا شکار نہ ہو جائے اور واقعی اس کی پیش بندی اس کے کام آ گئی کیونکہ تنویر نے بغیر ہاتھ روکے مشین گن کو گھما دیا تھا اور ظاہر ہے اگر صفدر نیچے نہ گر چکا ہوتا تو نیلے نقاب والے کے بعد اس کا نمبر ہوتا اور پھر تنویر پر تو جیسے وحشت کا دورہ سا پڑ گیا۔ اس نے نیلے نقاب والے کے مردہ جسم پر مشین گن کا سالم میگزین خالی کرنا شروع کر دیا۔

"ہوش میں آؤ تنویر"...... اچانک صفدر نے اچھل کر کھڑے ہوتے ہوئے چیخ کر کہا اور تنویر ایک جھٹکا کھا کر جیسے ہوش میں آ

گیا۔ اس کی انگلی ٹریگر سے ہٹ گئی۔

"اس نے یقیناً جولیا کے جسم کو ہاتھ لگانے کی ناپاک جسارت کی ہو گی۔ میں اس کا ریشہ ریشہ گولیوں سے اڑا دوں گا"...... تنویر نے منہ سے جھاگ اڑاتے ہوئے کہا۔

"لاش پر گولیاں برسانے کا کیا فائدہ۔ آؤ نکل چلیں"...... صفدر نے قریب پڑی مشین گن اٹھاتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے درمیانی دروازے کی طرف جھپٹا مگر دوسرے لمحے وہ ٹھٹک کر رک گیا کیونکہ باہر اچانک گولیوں کا جیسے طوفان سا آ گیا۔ یوں لگتا تھا جیسے دو فوجیں آپس میں ٹکرا گئی ہوں۔

نقاب پوش سے ٹکرا کر نیچے گرا اس کے ہاتھوں میں مشین گن آ گئی اور اس نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر مشین گن کو کسی لاٹھی کی طرح گھما کر نقاب پوش کے سر پر مار دیا۔ وار کچھ اتنی قوت سے پڑا تھا کہ بے چارے نقاب پوش کو چیخ مارنے کی مہلت مل سکی اور اس کے بعد وہ تڑپ تک نہ سکا اور پھر اس سے پہلے کہ صفدر سنبھلتا یا تنویر کو روکتا تنویر نے انتہائی پھرتی سے مشین گن سیدھی کی اور دوسرے لمحے کمرہ مشین گن کی بے تحاشا فائرنگ سے گونج اٹھا۔ گولیوں کی بوچھاڑ پہلے نیلے نقاب والے کے جسم سے ٹکرائی اور اس کا جسم ایک لمحے کے لئے ہوا میں اچھلا اور پھر فرش پر ڈھیر ہوتا چلا گیا اور گولیوں کا دوسرا راؤنڈ دوسرے نقاب پوش کے جسم پر پڑا اور اس کے جسم میں بھی سوراخ ہوتے چلے گئے۔ صفدر چونکہ درمیان میں کھڑا تھا اس لئے پہلی فائرنگ ہوتے ہی وہ انتہائی پھرتی سے زمین پر گر گیا۔ کہیں پاگل پن میں وہ تنویر کی مشین گن سے نکلنے والی گولیوں کا شکار نہ ہو جائے اور واقعی اس کی پیش بندی اس کے کام آ گئی کیونکہ تنویر نے بغیر ہاتھ روکے مشین گن کو گھما دیا تھا اور ظاہر ہے اگر صفدر نیچے نہ گر چکا ہوتا تو نیلے نقاب والے کے بعد اس کا نمبر ہوتا اور پھر تنویر پر تو جیسے وحشت کا دورہ سا پڑ گیا۔ اس نے نیلے نقاب والے کے مردہ جسم پر مشین گن کا سالم میگزین خالی کرنا شروع کر دیا۔

"ہوش میں آؤ تنویر"...... اچانک صفدر نے اچھل کر کھڑے ہوتے ہوئے چیخ کر کہا اور تنویر ایک جھٹکا کھا کر جیسے ہوش میں آ

گیا۔ اس کی انگلی ٹریگر سے ہٹ گئی۔

"اس نے یقیناً جولیا کے جسم کو ہاتھ لگانے کی ناپاک جسارت کی ہو گی۔ میں اس کا ریشہ ریشہ گولیوں سے اڑا دوں گا"...... تنویر نے منہ سے جھاگ اڑاتے ہوئے کہا۔

"لاش پر گولیاں برسانے کا کیا فائدہ۔ آؤ نکل چلیں"...... صفدر نے قریب پڑی مشین گن اٹھاتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے درمیانی دروازے کی طرف جھپٹا مگر دوسرے لمحے وہ ٹھٹک کر رک گیا کیونکہ باہر اچانک گولیوں کا جیسے طوفان سا آ گیا۔ یوں لگتا تھا جیسے دو فوجیں آپس میں ٹکرا گئی ہوں۔

جولیا کو جب ہوش آیا۔ تو اس نے اپنے آپ کو پانی کے زوردار بہاؤ کے ساتھ کسی حقیر تنکے کی طرح بہتے ہوئے پایا ہر طرف گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا جولیا کا ذہن بری طرح چکرا رہا تھا یوں لگتا تھا جیسے وہ ایک بار پھر بے ہوش ہو جائے گی۔ ہر طرف تیز بدبو پھیلی ہوئی تھی جولیا نے اپنے آپ کو بڑی مشکل سے سنبھالا اور پھر اٹھ کر کھڑی ہونے میں کامیاب ہو ہی گئی۔ پانی اس کے جسم کے ساتھ ٹکراتا ہوا خاصی تیز رفتاری سے بہہ رہا تھا بدبو کے ساتھ زہریلی گیس ہر طرف پھیلی ہوئی تھی اور کہیں بھی روشنی کی کرن نظر نہیں آ رہی تھی۔ جولیا نے دونوں ہاتھ سائیڈوں میں پھیلائے اور پھر اس کا ہاتھ ایک کائی زدہ دیوار سے ٹکرا گیا۔ جولیا چند لمحوں میں سمجھ گئی کہ وہ کسی بڑے گٹر میں موجود ہے اس کے ساتھ ہی اسے یقین ہو گیا کہ اب اس کا بچنا محال ہے۔ ہر طرف پھیلی ہوئی زہریلی گیس اسے جلد ہی

اپنا شکار کر لے گی۔ لیکن زندگی بچانے کا جذبہ اور بے پناہ قوت ارادی نے اسے شاید حوصلہ دے دیا تھا کہ اس نے تیزی سے دیوار کا سہارا لے کر پانی کے بہاؤ کی طرف ہی چلنا شروع کر دیا۔ اسی طرح چلتی ہوئی وہ نجانے کتنی دور گئی ہو گی کہ اس کے ذہن پر ایک بار پھر دھند سی چھانے لگی اور باوجود سر جھٹکنے اور اپنے آپ کو ہوشیار رکھنے کی بے پناہ کوشش کے دھند لمحہ بہ لمحہ گہری ہوتی چلی جا رہی تھی۔ جولیا سمجھ گئی کہ اب اس کا آخری وقت آ گیا ہے۔ ظاہر ہے اس بار زہریلی گیس سے بے ہوش ہونے کے بعد اس کے کم از کم اس دنیا میں ہوش میں آنے کا کوئی امکان باقی نہ رہتا تھا اور پھر اس کا جسم لڑکھڑا گیا۔ مگر لڑکھڑاتے ہی اس کے دونوں ہاتھ دیوار کے ساتھ نصب لوہے کی سیڑھی پر پڑے اور جیسے ہی اسے سیڑھی کی موجودگی کا لاشعوری طور پر احساس ہوا اس کا ذہن زندگی بچ جانے کی شدید خواہش ابھر آنے کی بنا پر قدرے صاف ہو گیا اور جولیا نے سیڑھی کو ٹٹول کر تیزی سے اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سیڑھی کے اختتام پر پہنچ گئی۔ اوپر لوہے کا ایک ڈھکن موجود تھا لیکن ڈھکن شاید پوری طرح فٹ نہ تھا۔ اس لئے اس کے کناروں سے تازہ ہوا لہروں کی صورت میں اندر داخل ہو رہی تھی۔ اس تازہ ہوا نے جولیا پر تریاق کا سا کام کیا اور اس نے بے اختیار اس جھری سے ناک لگا کر زور زور سے سانس لینے شروع کر دیئے اور اسے یوں محسوس ہوا جیسے ہر سانس کے ساتھ اس کے جسم میں قوت اور زندگی کی لہریں دوڑتی

چلی جا رہی ہوں۔ اس کا ذہن ہر سانس کے ساتھ صاف ہوتا چلا گیا اور مفلوج ہو جانے والے جسم میں قوت امڈتی چلی آئی۔ جب اس نے محسوس کیا کہ اب اس کی قوتیں بحال ہو گئی ہیں۔ اس نے دونوں ہاتھ ڈھکن کے ساتھ لگائے اور پھر اپنے جسم کی پوری قوت سے اسے باہر کی طرف دھکیلا۔ ڈھکن جو پہلے ہی ڈھیلا تھا زوردار جھٹکا کھا کر ایک طرف ہٹ گیا اور اس کے ساتھ ہی روشنی اور تازہ ہوا کا جیسے سیلاب سا آگیا ہو۔ جولیا نے اطمینان کی ایک طویل سانس لیتے ہوئے دونوں ہاتھ کناروں پر لگائے اور بازوؤں کے بل اٹھتی ہوئی اس دہانے سے باہر آ گئی۔ ایک لمحے کے لئے وہ وہیں زمین پر بیٹھی اپنا سانس بحال کرتی رہی وہ اس طرح یقینی موت سے بچ نکلنے پر دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کر رہی تھی اور پھر اس کی نظریں اپنے جسم پر پڑیں اور اسے ابکائی سی آ گئی۔ اس کا پورا جسم گندگی سے تھڑا ہوا تھا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا وہ اس وقت ایک کوٹھی کے پائیں باغ کی سائیڈ میں بیٹھی ہوئی تھی۔ کوٹھی خالی ہی معلوم ہوتی تھی کیونکہ وہاں کسی قسم کی کوئی نقل و حرکت محسوس نہ ہو رہی تھی۔ اس نے سوچا کہ پہلے اس کوٹھی کا جائزہ لیا جائے شاید اسے یہاں کپڑے وغیرہ مل سکیں کیونکہ اس عالم میں سڑک پر جانے کا تصور تک نہ کر سکتی تھی۔ وہ آہستہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور پھر لڑکھڑاتی ہوئی کوٹھی کی عمارت کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ کوٹھی کی سائیڈ سے ہوتی ہوئی برآمدے میں آئی لیکن ہر طرف مکمل خاموشی طاری تھی۔ وہ تقریباً

گھسٹتی ہوئی کوٹھی کی اندرونی گیلری کی طرف بڑھی اور یہاں آکر اسے محسوس ہوا کہ کوٹھی میں کسی نہ کسی کی رہائش ہے کیونکہ گیلری میں اسے قدموں کا نشانات صاف نظر آرہے تھے اور پھر پہلے ہی دروازے پر اس نے دونوں ہاتھوں سے دباؤ ڈالا اور دروازہ کھلتا چلا گیا اور جولیا اندر داخل ہو گئی مگر دوسرے لمحے وہ ٹھٹک کر رک گئی کیونکہ کمرے میں موجود بستر پر اسے ایک نوجوان لڑکی بے ہوش پڑی ہوئی نظر آئی۔ بے ہوش ہونے کے باوجود اس کے ہاتھ اور پیر رسیوں سے مضبوطی سے بندھے ہوئے تھے اور منہ پر بھی کپڑا بندھا ہوا تھا۔ کمرے کی حالت سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ کسی مرد کی رہائش گاہ ہے کیونکہ مردانہ سامان ہی ہر طرف پھیلا ہوا تھا۔ جولیا ایک لمحے کے لئے سوچتی رہی کہ یہ لڑکی کون ہو سکتی ہے اور اسے باندھنے والا کہاں چلا گیا لیکن پھر اس نے سوچا کہ پہلے اپنی حالت ٹھیک کر لے اس کے بعد ہی لڑکی کے متعلق سوچے گی۔ چنانچہ وہ ٹوائلٹ میں گھستی چلی گئی اور پھر وہ سب کچھ بھول کر نہانے اور اپنے جسم پر موجود گندگی سے نجات پانے میں مصروف ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ نہا دھو کر تازہ دم ہو گئی اس کا اسکرٹ چونکہ پھٹ گیا تھا اس لئے اس نے ٹوائلٹ کی الماری میں موجود مردانہ کپڑوں میں سے ایک تنگ موری کی پتلون نکال کر پہن لی۔ پتلون گو اس کے جسم پر خاصی ڈھیلی تھی لیکن بہرحال گزارہ تو کرتا تھا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک مردانہ قمیص نکال کر پہن لی۔ اب وہ کم از کم اس کوٹھی سے

نکل کر سڑک پر تو جا سکتی تھی اور پھر وہ ٹوائلٹ سے باہر نکلنے کے لئے دروازے کی طرف بڑھی تھی کہ اسے کسی کے قدموں کی تیز آواز سنائی دی۔ کوئی شخص گیلری سے ہو کر کمرے کی طرف آ رہا تھا اور جولیا وہیں ٹھٹک کر رک گئی۔ آنے والا اکیلا ہی تھا۔ چند لمحوں بعد ایسی کھڑکھڑاہٹ کی آوازیں سنائی دیں جیسے آنے والا کوئی الماری کھول کر اس میں سے کچھ نکال رہا ہوں۔

"ہیلو۔ ہیلو بلیو ایگل نمبر ٹو کالنگ ہیڈ کوارٹر۔ اوور"...... تھوڑی دیر بعد ایک بھاری مگر تیز آواز کمرے میں گونج اٹھی اور جولیا سمجھ گئی کہ آنے والا ٹرانسمیٹر پر کسی کو کال کر رہا ہے اور پھر بلیو ایگل کے لفظ نے اسے سب کچھ سمجھا دیا۔ وہ قدرت کے اس اتفاق پر حیران ہو رہی تھی کہ بلیو ایگل نمبر ون کے جنگل سے نکل کر وہ بلیو ایگل نمبر ٹو کی رہائش گاہ پر پہنچ گئی ہے۔ بلیو ایگل نمبر ٹو مسلسل ہیلو ہیلو کئے جا رہا تھا اور پھر چند لمحوں بعد ایک مدہم سی آواز سنائی دی۔

"یس۔ ایگل ہیڈ کوارٹر رسیونگ یو۔ اوور"...... بولنے والے کا لہجہ خاصا کرخت تھا۔

"چیف باس سے بات کراؤ۔ میں مارٹن بول رہا ہوں۔ اٹ از ایمرجنسی۔ اوور"...... بلیو ایگل نمبر ٹو نے تیز لہجے میں کہا۔

"اوکے۔ ویٹ فار ون منٹ۔ اوور"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور مارٹن خاموش ہو گیا اور پھر تقریباً ایک منٹ بعد ہی ایک اور آواز کمرے میں گونج اٹھی۔ بولنے والے کا لہجہ بے حد بھاری اور

تحکمانہ تھا۔

"یس چیف باس بلیو ایگل سپیکنگ۔ اوور"...... وہی بھاری آواز سنائی دی۔

"بلیو ایگل نمبر ٹو ان پاکیشیا۔ مارٹن سپیکنگ۔ اوور"...... مارٹن نے کہا اس کا لہجہ بے حد مؤدبانہ تھا۔

"کیا بات ہے۔ اوور"...... دوسری طرف سے کرخت لہجے میں سوال کیا گیا۔

"چیف باس مشن ٹو برائٹ شیڈو تقریباً ناکام ہو چکا ہے۔ اوور"...... مارٹن نے مار کھائے ہوئے کتے کی طرح گھگھیاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"نانسنس۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ مشن کیسے ناکام ہو سکتا ہے۔ مائیکل کیا کر رہا ہے۔ تفصیلی رپورٹ دو"...... دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ پھاڑ کھانے والا تھا۔ آواز میں یکدم اتنی کرختگی عود کر آئی تھی کہ جولیا کے جسم میں بھی بے اختیار سردی کی لہر سی دوڑ گئی۔

"سر بلیو ایگل نمبر ون ہلاک ہو چکا ہے۔ عارضی ہیڈ کوارٹر پر یہاں کی سیکرٹ سروس کا قبضہ ہے۔ مس مارشیا کو سیکرٹ سروس والے گرفتار کر کے لے گئے ہیں کیونکہ ان کی لاش وہاں سے نہیں ملی۔ عارضی ہیڈ کوارٹر میں موجود مس مارشیا کے علاوہ تمام افراد مارے جا چکے ہیں۔ اوور"...... مارٹن نے تفصیلی رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو۔ کیا بلیو ایگل اتنا ہی پاگل تھا کہ اتنی آسانی سے سیکرٹ سروس کے ہتھے چڑھ گیا۔ اوور"...... چیف باس کے لہجے میں غصے کے ساتھ ساتھ حیرت کا عنصر بھی شامل ہو گیا تھا۔

"سر بلیو ایگل نمبر ون نے دراصل یہاں آ کر سرے سے کام ہی نہیں کیا۔ ان کا خیال تھا کہ یہ لوگ انتہائی پسماندہ، جاہل اور بیوقوف قسم کے واقع ہوئے ہیں اس لئے وہ اطمینان سے اپنا کام کر کے نکل جائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے عارضی طور پر یہاں ہیڈ کوارٹر تو بنا لیا لیکن کوئی پلان بنانے کی بجائے انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں اٹیمک ریسرچ لیبارٹری کے کسی آدمی کو رشوت دے کر وہ فارمولا اڑا لوں۔ میں نے ڈائریکٹر سر عبدالرشید کی سیکرٹری کو محبت کا فریب دے کر اپنے جال میں پھنسا لیا۔ اس نے فارمولا حاصل کرنے کے لئے کوشش کی مگر وہ ناکام رہی جس پر میں نے ایک اور پروگرام بنایا اور میں نے ڈائریکٹر اٹیمک ریسرچ لیبارٹری سر عبدالرشید کی نوجوان بیٹی کو سکول سے اغوا کر لیا تاکہ اسے بلیک میل کر کے اس سے فارمولا حاصل کر لیا جائے۔ بلیو ایگل نمبر ون نے اس پروگرام کی تائید کی اور کہا کہ وہ خود سر عبدالرشید کو ڈیل کریں گے۔ چنانچہ میں نے لڑکی کو اغوا کرنے کے بعد سر عبدالرشید کو نیلی فون پر دھمکی دی اور اسے رات کو مزید بات چیت کے لئے تیار رہنے کا کہا تاکہ بلیو ایگل نمبر ون براہ راست ان سے بات چیت کر سکیں۔ اس کے بعد میں نے بلیو ایگل نمبر ون کو کال کیا تاکہ انہیں اپنی کامیابی کی خبر

دے سکوں اور مزید پروگرام سیٹ ہو سکے مگر وہاں سینڈرم سے معلوم ہوا کہ سیکرٹ سروس کی رکن مس جولیانا کو مسٹر مائیکل ساتھ لائے ہیں اور شٹرز روم میں اس سے پوچھ گچھ میں مصروف ہیں اور ان کا حکم ہے کہ اس دوران انہیں ڈسٹرب نہ کیا جائے اس لئے وہ مائیکل یعنی بلیو ایگل نمبر ون سے رابطہ قائم نہیں کروا سکتا۔ اسی نے یہ بھی بتایا کہ مس جولیانا کا تعاقب سیکرٹ سروس کا ایک ممبر کر رہا تھا جسے ٹریپ کر لیا گیا ہے اور اسے لونگ روم میں بے ہوش کر کے ڈال دیا گیا ہے۔ مجھے انہوں نے کچھ دیر بعد کال کرنے کے لئے کہا۔ کچھ دیر بعد جب میں نے دوبارہ فون کیا تو معلوم ہوا کہ بلیو ایگل نمبر ون ابھی تک مس جولیانا سے شٹرز روم میں مصروف ہیں اور ایک اور شخص نے جو یقیناً سیکرٹ سروس کا رکن تھا نے مس مارشیا کو قابو کر کے مائیکل کو اس کمرے میں بلایا۔ مس مارشیا نے کوڈ ورڈز میں مائیکل کی بجائے سینڈرم کو فون کر دیا کہ اسے کسی شخص نے قابو کر رکھا ہے جس پر سینڈرم اپنے ایک ساتھی کے ساتھ وہاں پہنچا اور اس آدمی کو بھی بے ہوش کر کے لونگ روم میں ڈال دیا گیا تاکہ بلیو ایگل خود ہی فارغ ہو کر ان سے نمٹ لے اور مجھے مزید کچھ دیر بعد کال کرنے کے لئے کہا گیا۔ چنانچہ کچھ دیر بعد جب میں نے دوبارہ کال کیا تو وہاں فون ہی ڈسکنکٹ تھا تو میں گھبرا گیا۔ چنانچہ میں خود ذاتی طور پر وہاں گیا۔ چنانچہ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ ہیڈ کوارٹر پر کچھ مسلح لوگوں نے حملہ بول دیا تھا اور پھر وہاں موجود

سب لوگ مارے گئے۔ میں بھی ایک تماشائی کے طور پر وہاں کھ
رہا اور میں نے بلیو ایگل کی لاش اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ وہاں مس
جولیانا کی تلاش بھی جاری تھی لیکن وہ غائب تھی۔ مس مارشیا ک
شاید وہ پہلے ہی لے جا چکے تھے کیونکہ وہ وہاں موجود نہ تھی اور اب
وہاں انٹیلی جنس اور پولیس کا پہرہ تھا اور اعلیٰ افسران پہنچے ہوئے تھے
جس پر میں واپس آیا اور اب آپ کو کال کر رہا ہوں۔ اوور "۔ مارٹن
نے تمام واقعات مکمل تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا۔

" اوہ۔ یہ بہت برا ہوا۔ مائیکل کو یہاں سے مکمل معلومات دے کر
بھیجا گیا تھا اور یہ بھی ہدایت کی گئی تھی کہ پاکیشیا کی سیکرٹ سروس
انتہائی خطرناک لوگوں پر مشتمل ہے۔ اول تو وہ ان کے نوٹس میں
آئے بغیر مشن مکمل کرے لیکن اگر وہ لوگ اس کا نوٹس لے لیں تو
پھر فوراً ہیڈ کوارٹر کال کر کے بات کرے تاکہ یہاں سے مکمل سیکر
اور پلاننگ بھیجی جا سکے لیکن اس نے اپنے طور پر سب کچھ کر لینا
چاہا۔ بہرحال مشن تو ہر حالت میں مکمل ہونا ہے۔ وہ لڑکی اس وقت
کہاں ہے۔ اوور "۔ چیف باس نے پوچھا۔

" وہ اس وقت میرے پاس بے ہوش پڑی ہوئی ہے۔ اوور "۔
مارٹن نے جواب دیا۔

" اسے فوری طور پر رہا کر دو اور خود زیر زمین چلے جاؤ۔ اب
سیکرٹ سروس ہوشیار ہو چکی ہے اس لئے اب فارمولا سیدھے ہاتھوں
حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے مکمل پلاننگ اور ٹیم ورک کی

رت ہے۔ اوور "...... دوسری طرف سے چند لمحے سوچنے کے بعد
گیا۔

" جیسا حکم باس۔ اوور "...... مارٹن نے مؤدبانہ لہجے میں جواب
دیتے ہوئے کہا۔

" میں خود ٹیم لے کر وہاں پہنچوں گا۔ پھر میں دیکھوں گا کہ
یلرٹ سروس کیا کر سکتی ہے۔ تم اس وقت تک انڈر گراؤنڈ رہو
ب تک میں خود تم سے رابطہ قائم نہ کروں۔ اوور "...... چیف
س نے جواب دیا۔

" بہتر باس۔ لیکن وہ مس مارشیا کا کیا کرنا ہے۔ اوور "...... مارٹن
نے پوچھا۔

" اسے مرنے دو۔ وہ مائیکل کی ساتھی ہے اور جب مائیکل ہی نہ رہا
تو تنظیم کے لئے مارشیا کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہی۔ اوور "۔ چیف
س نے بڑے سرد لہجے میں کہا۔

" اوکے باس۔ مجھے آپ کی کال کا انتظار رہے گا۔ اوور "۔ مارٹن
نے ڈھیلے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ اسے شاید مارشیا کو اس
رح نظر انداز کر دینے پر دکھ ہوا تھا لیکن ظاہر ہے تنظیم کے سامنے وہ
بھی کیا سکتا تھا۔

" اوور اینڈ آل "...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ
ی کمرے میں خاموشی طاری ہو گئی۔ جولیا ٹوائلٹ میں کھڑی یہ تمام
بات چیت سن رہی تھی۔ بات چیت ختم ہوتے ہی وہ چونکنا ہو گئی۔

اسے احساس تھا کہ مارٹن اب اپنا سامان سمیٹ کر یہاں سے بھاگے گا اور اگر کسی طرح اپنے قابو کر کے وانش منزل پہنچا دیا جائے تو یقیناً اس سے ایکسٹو فائدہ حاصل کر سکتا ہے کیونکہ اس نے سن لیا تھا کہ چیف باس یہاں آنے کے بعد اس سے ہی رابطہ قائم کرے گا۔ اس نے تیزی سے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اسے فلش صاف کرنے والا لوہے کا مضبوط ڈنڈا ایک طرف کونے میں پڑا ہوا نظر آیا جس کے آگے برش لگا ہوا تھا۔ جولیا نے لپک کر وہ ڈنڈا اٹھا لیا اور اب وہ پوری طرح مارٹن پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو چکی تھی۔ وہ دروازے کے قریب کھڑی مارٹن کی حرکات کے متعلق اندازہ کر ہی رہی تھی کہ اچانک دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا۔ مارٹن نے شاید ٹوائلٹ کا سامان پہلے اکٹھا کرنے کا پروگرام بنایا تھا لیکن دروازے کے ساتھ ہی جولیا بڑے چوکنے انداز میں تیار کھڑی تھی اس لئے جیسے ہی مارٹن دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا جولیا کا وہ ہاتھ جس میں اس نے لوہے کا راڈ پکڑا ہوا تھا بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور دوسرے لمحے مارٹن ایک چیخ مار کر منہ کے بل نیچے فلش ٹینکی سے ٹکرایا اور پھر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ جولیا نے پھرتی سے ڈنڈے کا ایک اور وار کیا تاکہ رہی سہی کسر بھی پوری ہو جائے اور جب اسے مکمل طور پر یقین ہو گیا کہ مارٹن کا جسم ساکت ہو گیا تو اس نے ڈنڈا ایک طرف پھینک دیا اور باہر کی طرف لپکی۔ باہر کمرے میں سر عبدالرشید کی لڑکی ابھی تک اسی طرح بے ہوش اور بندھی ہوئی پڑی تھی جبکہ میز پر ٹرانسمیٹر بھی رکھا ہوا

تھا۔ دوسرے لمحے جولیا کو ایک کونے میں پڑا ہوا ٹیلی فون نظر آ گیا اور اس نے آگے بڑھ کر تیزی سے اس کا رسیور اٹھایا اور پھر ایکسٹو کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

تنویر کے بے ہوش ہوتے ہی مارشیا نے اسے بھی لوننگ روم میں پہنچانے کا حکم دے دیا۔ اس نے انتہائی چالاکی سے مائیکل کی بجائے سینڈرم کو فون کیا تھا اور سینڈرم کو کوڈ ورڈز میں ساری صورتحال بتا دی تھی اس لئے سینڈرم نے بظاہر یہی تاثر دیا تھا کہ وہ اکیلا آ رہا ہے جبکہ اس کے پیچھے اس کا ساتھی انتہائی پھرتی اور خاموشی سے آیا تھا اور اس طرح تنویر کو قابو میں کر لیا گیا۔ مارشیا کو اب مائیکل پر بے حد غصہ آ رہا تھا کہ وہ ایک غیر ملکی لڑکی کو لئے شنرز روم میں گھسا ہوا ہے جبکہ ہیڈ کوارٹر پر مسلسل حملے ہو رہے ہیں۔ اس نے نیلی فون کا رسیور اٹھایا اور مائیکل کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے لیکن دوسری طرف انگیج ٹون ملنے پر اس نے رسیور رکھ دیا کیونکہ ظاہر ہے مائیکل کسی سے باتوں میں مصروف تھا۔ اس نے دوبارہ رسالہ اٹھا لیا اور اب ظاہر ہے وہ سوائے مائیکل کے انتظار کے اور کچھ نہ کر سکتی

تھی کیونکہ شنرز صرف اندر سے ہی اٹھائے جا سکتے تھے لیکن تھوڑی دیر بعد وہ دروازہ کھلنے کی آواز پر بری طرح چونک پڑی اور جب اس نے دروازے پر مائیکل کو انتہائی خستہ حالت میں کھڑا دیکھا تو رسالہ پھینک کر اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

"کیا ہوا۔ یہ تمہارا کیا حال ہو رہا ہے" ...... مارشیا نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"وہ لڑکی انتہائی خطرناک ثابت ہوئی ہے۔ اس نے مجھے ناکوں چنے چبا دیئے۔ انتہائی حد تک پھرتیلی اور خوفناک حد تک لڑائی بھڑائی کے فن میں ماہر تھی لیکن بہرحال اپنے انجام کو پہنچ گئی"۔ مائیکل نے پھیکی سی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

"انجام کو پہنچ گئی۔ کیا مطلب" ... مارشیا کی سمجھ میں بات نہ آ سکی تھی۔

"شنرز روم میں ایک جگہ فرش تختے کی طرح ہٹ جاتا ہے اور اس پر موجود آدمی گہرے گڑھ میں گر جاتا ہے اور یہ گڑھا آگے جا کر شہر کے مین گٹر سے جا ملتا ہے۔ جولیانا اتفاق سے اس گڑھ میں گر گئی اس طرح اس سے پیچھا چھوٹ گیا" ...... مائیکل نے جواب دیا۔

"اوہ۔ یہ بات ہے" ... مارشیا نے جواب دیا۔ ویسے اسے مائیکل کی حالت دیکھ کر کر یہ احساس اچھی طرح ہو گیا تھا کہ جولیانا نے مائیکل کی اچھی خاصی درگت بنائی ہو گی اور مارشیا نے تنویر کے اچانک حملے اور پھر اسے قابو کر کے لوننگ روم میں پھنکوانے تک

کے تمام حالات تفصیل سے بتا دیئے۔

"اوہ۔ یہ آدمی یقیناً سیکرٹ سروس سے متعلق ہو گا۔ میں ذرا کپڑے بدل لوں۔ ہمیں فوراً ان کا خاتمہ کر کے یہاں سے نکل جانا چاہئے۔ یہ جگہ سیکرٹ سروس کی نظروں میں آ گئی ہے"...... مائیکل نے جواب دیا اور پھر وہ تیزی سے باتھ روم میں گھستا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ باہر نکلا تو اس نے نہ صرف کپڑے بدل لئے تھے بلکہ منہ پر بلیو ایگل کا مخصوص نقاب بھی لگایا تھا۔ وہ شاید چہرے پر لگنے والی چوٹیں اس نقاب سے چھپانا چاہتا تھا۔

"میں سینڈرم اور جوزف کو لے کر لونگ روم میں جا رہا ہوں تاکہ قیدیوں کا خاتمہ کر دوں۔ تم اس دوران ضروری سامان سمیٹ لو تاکہ فوراً ہی یہاں سے نکل سکیں"...... مائیکل نے الماری سے مشین گن نکالتے ہوئے مارشیا سے کہا اور مارشیا نے سر ہلا دیا اور مائیکل مشین گن سنبھالے تیزی سے چلتا ہوا دروازے سے باہر نکلتا چلا گیا اور اس کے جانے کے بعد مارشیا بھی باتھ روم میں گھس گئی تاکہ کپڑے بدل کر یہاں سے نکلنے کی تیاری کر سکے۔ اس نے لباس بدلا اور پھر الماری کے خفیہ خانے سے سب سے پہلے اپنا اور مائیکل کا پاسپورٹ اور دیگر کاغذات کا لفافہ نکال کر جیب میں ڈالے اور تیزی سے سامان سمیٹنے میں مصروف ہو گئی۔ ابھی اس نے تھوڑا سامان سمیٹا ہی تھا کہ اچانک اسے باہر سے فائرنگ کی آواز سنائی دی اور پھر کوٹھی میں بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ پھر اچانک

فائرنگ میں بے پناہ شدت آ گئی۔ یوں لگتا تھا جیسے دو بڑی فوجیں آپس میں ٹکرا گئی ہوں اور وہ سمجھ گئی کہ سیکرٹ سروس نے کوٹھی پر ریڈ کر دیا ہے اور تھوڑی دیر بعد اچانک راہداری میں بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور پھر ایک شخص ہانپتا کانپتا ہوا اندر آیا۔

"مس آپ فوراً یہاں سے نکل جائیں۔ حالات بدتر ہو گئے ہیں۔ بلیو ایگل سینڈرم اور جوزف مارے جا چکے ہیں۔ حملہ آور انتہائی ہوشیاری سے کوٹھی پر قبضہ کر رہے ہیں۔ ہمارے آدمی آہستہ آہستہ ختم ہوتے جا رہے ہیں۔ آپ پچھلی طرف سے نکل جائیں"...... اس آدمی نے کہا اور پھر تیزی سے واپس مڑ گیا۔ مائیکل کی موت کی خبر سن کر ایک لمحے کے لئے تو مارشیا سن ہو کر رہ گئی لیکن پھر اس نے جلد ہی اپنے آپ کو سنبھالا۔ وہ تیزی سے بھاگتی ہوئی باتھ روم کی عقبی کھڑکی سے باہر کود گئی اور پھر جھکے جھکے انداز میں دوڑتی ہوئی وہ کوٹھی کی عقبی دیوار کے قریب پہنچ گئی۔ یہاں وہ دروازہ موجود تھا جو عقبی گلی میں کھلتا تھا۔ کوٹھی کے سامنے کی سمت ابھی تک فائرنگ جاری تھی جبکہ اس طرف مکمل خاموشی تھی۔ مارشیا نے پھرتی سے دروازہ کھولا اور پھر لپک کر باہر گلی میں نکل آئی مگر دوسرے لمحے کسی نے اس کا بازو پکڑ کر کھینچا اور وہ بے اختیار گھسٹتی ہوئی ایک آدمی کے سینے سے جا لگی جو ہاتھ میں مشین گن پکڑے شاید اس دروازے کے ساتھ ہی کھڑا تھا۔ مارشیا ایک لمحے کے لئے تو سن سی ہو گئی مگر

دوسرے لمحے اس نے پوری قوت سے اپنے جسم کو نیچے کی طرف جھکایا اور پھر وہ کسی لٹو کی طرح گھومی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسے پکڑنے والا شخص جھولا کھا کر تیزی سے مڑنے پر مجبور ہو گیا اور نہ صرف مارشیا اس کی گرفت سے نکل گئی بلکہ وہ خود نیم دائرے میں گھومتا ہوا دیوار سے جا ٹکرایا۔ اس کے ہاتھ سے مشین گن بھی نکل گئی تھی۔ مارشیا نے مشین گن کی طرف لپکنے اور اس آدمی سے مزید جھگڑا کرنے کی بجائے بھاگ کر جانے میں ہی عافیت سمجھی اور جیسے ہی وہ اس آدمی کی گرفت سے نکلی کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح انتہائی تیز رفتاری سے آگے دوڑتی چلی گئی۔ گلی فوراً ہی آگے جا کر مڑ گئی تھی اس لئے پلک جھپکنے میں وہ مڑی اور پھر سیدھا آگے جانے کی بجائے ایک اور گلی میں گھستی چلی گئی۔ یہ ایک اور کوٹھی سے ملحقہ گلی تھی۔ وہ مسلسل گلی میں دوڑتی ہوئی مختلف گلیوں سے ہوتی ہوئی کوٹھی سے دور ہوتی چلی گئی۔ اب اسے اپنے پیچھے کسی کے بھاگنے کی آوازیں سنائی نہ دے رہی تھیں۔ اس کا صاف مطلب تھا کہ وہ اس آدمی کو ڈاج دینے میں کامیاب ہو گئی ہے اور حملہ آوروں کے نرغے سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ کئی گلیاں مڑنے کے بعد وہ ایک سڑک پر آ گئی جو شاید کوٹھی سے پیچھے تیسری سڑک تھی۔ سڑک پر وہ اطمینان سے چلنے لگی کیونکہ وہ کسی کو اپنے بارے میں مشکوک نہ کرنا چاہتی تھی لیکن اس کے ذہن میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ اس نے کبھی اس بات کا تصور تک نہ کیا تھا کہ مائیکل اس طرح مارا

جائے گا اور اسے کوٹھی سے اسے اس بے سروسامانی کے عالم میں نکلنا پڑے گا۔ پھر ایک خالی ٹیکسی اس کے قریب آکر رک گئی۔ شاید ٹیکسی ڈرائیور کسی کو چھوڑ کر واپس جا رہا تھا اور خالی جانے کی بجائے اس نے سواری لے جانا مناسب سمجھا۔

"مس کہاں جانا ہے"...... ڈرائیور نے کھڑکی سے منہ نکال کر بڑے مہذبانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ چلو"...... مارشیا نے چونک کر خالی ٹیکسی کو دیکھا اور پھر دروازہ کھول کر پچھلی نشست پر بیٹھ گئی۔

"کہاں چلوں مس"...... ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا اور مارشیا ایک لمحے کے لئے سوچنے پر مجبور ہو گئی کہ وہ ڈرائیور کو کہاں چلنے کے لئے کہے۔ ایک لمحے کے لئے اسے خیال آیا کہ وہ کسی ہوٹل میں جائے مگر دوسرے لمحے اس نے یہ خیال ترک کر دیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ سیکرٹ سروس اب پہلے اسے ہوٹلوں میں ڈھونڈے گی کیونکہ مائیکل نے اسے بتایا تھا کہ پہلے والا آدمی سیکرٹ سروس کا ہے اس لئے ظاہر ہے حملہ آور بھی سیکرٹ سروس سے ہوگا اور ظاہر ہے ان کا آدمی کوٹھی کے عقب میں پہرے پر موجود تھا جسے وہ ڈاج دے کر نکل آئی تھی اس طرح اس کے نکل بھاگنے کی اطلاع انہیں مل گئی ہو گی اور پھر انہوں نے اسے تلاش کرنے میں پورا شہر کھنگال ڈالنا ہے۔

"مس آپ نے بتایا نہیں کہ کہاں جانا ہے"...... ڈرائیور نے

ایک بار پھر پوچھا وہ شاید مارشیا کے اس طرح خیالوں میں گم ہو جانے کی وجہ سے اس کے جواب کے انتظار میں تھا۔

"آصف روڈ پر"...... مارشیا کے منہ سے نکلا اور اس نے ایک طویل سانس لی۔ یہ پتہ لاشعوری طور پر اس کے منہ سے نکل گیا تھا اور اب اسے اطمینان ہو گیا تھا کیونکہ اسے یاد آگیا تھا کہ مارٹن نے ایک بار رپورٹ دیتے ہوئے بتایا تھا کہ اس نے اٹیمک ریسرچ لیبارٹری کے ڈائریکٹر کی پرسنل سیکرٹری مس سوشیلا کو محبت کے جال میں پھنسا لیا ہے اور آج کل اس کی راتیں اس کے فلیٹ نمبر چھ سو پچیس آصف روڈ پر گزر رہی تھیں۔ ایمرجنسی کی صورت میں اس سے وہیں کنٹکٹ کرنے کا کہا تھا اور لاشعوری طور پر اسے یہ پتہ یاد آگیا تھا اور اب اسے اطمینان ہو گیا تھا کہ وہاں وہ وقتی طور پر محفوظ ہو سکتی ہے۔ بعد میں حالات کے مطابق پلاننگ کی جا سکتی ہے۔ ٹیکسی ڈرائیور نے سر ہلا کر تیز رفتاری سے ٹیکسی آگے بڑھائی پھر تقریباً آدھے گھنٹے تک مسلسل مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد وہ آصف روڈ پر پہنچ گیا۔

"مس کہاں اترنا ہے"...... ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی کی رفتار آہستہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"کسی ریستوران کے سامنے اتار دو"...... مارشیا نے کہا اور ڈرائیور نے ایک ریستوران کے سامنے ٹیکسی روک دی۔ مارشیا نیچے اتری اور اس نے جیب میں موجود ایک چھوٹا نوٹ نکال کر ٹیکسی

ڈرائیور کی گود میں پھینکا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی ریستوران کے دروازے میں داخل ہو گئی۔ ریستوران میں اس وقت چند ہی گاہک تھے۔ مارشیا ایک خالی میز پر بیٹھ گئی۔ اس نے ویٹر کو مشروب لانے کے لئے کہا۔ وہ دراصل ٹیکسی ڈرائیور کے وہاں سے جانے کا انتظار کر رہی تھی۔ چند لمحوں بعد مشروب کی یخ بوتل اس کی میز پر پہنچ گئی۔ مارشیا نے اطمینان سے مشروب پیا اور ایک چھوٹا سا نوٹ ویٹر کے حوالے کرتی ہوئی وہ ریستوران سے باہر نکل آئی۔ ٹیکسی اس دوران جا چکی تھی اور مارشیا نے اطمینان سے سڑک پر موجود دکانوں کے اوپر بنے ہوئے فلیٹوں کے نمبر چیک کرنے لگی اور پھر تھوڑی دور چلنے کے بعد اسے فلیٹ نمبر چھ سو پچیس نظر آ ہی گیا۔ اس کا دروازہ سڑک پر تھا اور سیڑھیاں اوپر جا رہی تھیں۔ دروازہ چونکہ کھلا ہوا تھا اس لئے وہ تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتی اوپر چڑھتی چلی گئی۔

سر عبدالرشید سر پکڑے بری طرح پریشان بیٹھے تھے۔ ان کی بیگم اندر کمرے میں زار و قطار رونے میں مصروف تھی اور کیپٹن شکیل ان کے درمیان بیٹھا بری طرح الجھ رہا تھا۔ ایکسٹو نے اسے وہیں پابند کر دیا تھا ورنہ اس کا دل ایک لمحے کے لئے بھی وہاں بیٹھنے کو نہ چاہ رہا تھا وہ کبھی سر عبدالرشید کو تسلیاں دیتا اور کبھی خاموش ہو جاتا۔ تھوڑی دیر بعد ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تو سر عبدالرشید کے اشارے پر کیپٹن شکیل نے ہی رسیور اٹھا لیا۔

"سر عبدالرشید سے بات کرائیں میں ان کی پی اے سوشیلا بول رہی ہوں"..... دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"آپ کا فون ہے"..... کیپٹن شکیل نے رسیور سر عبدالرشید کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور خود اٹھ کر بیگم عبدالرشید کے پاس چلا گیا جن کے رونے کی آواز اب کچھ زیادہ ہی بلند سنائی دینے لگی تھی۔

"ہیلو"..... سر عبدالرشید نے بھرائی آواز میں کہا۔

"سر میں سوشیلا بول رہی ہوں۔ سر وہ فارمولا نمبر اکیاون لیبارٹری میں چاہئے۔ سب لوگ انتظار کر رہے ہیں"..... سوشیلا نے دوسری طرف سے کہا۔

"مس سوشیلا میں بے حد پریشان اور الجھا ہوا ہوں۔ میری بیٹی نسرین کو کسی نے اغوا کر لیا ہے میں آج نہیں آ سکوں گا"..... سر عبدالرشید نے پریشان لہجے میں معذرت کرتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ۔ ویری سوری۔ سر واقعی آپ کی پریشانی بجا ہے مگر لیبارٹری میں ایک پوائنٹ پر معاملہ اٹک گیا ہے اور اگر فوری طور پر وہ فارمولا نہ ملا تو سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ آپ تو بہتر سمجھتے ہیں۔ مسٹر اظہر اور مسٹر کبیر سخت پریشان ہیں"..... سوشیلا نے کہا۔

"ہاں۔ واقعی ایسا ہو سکتا ہے۔ مسٹر کبیر سے میری بات کراؤ"۔ سر عبدالرشید نے چونکتے ہوئے کہا۔

"بہتر۔ ایک منٹ ہولڈ کیجئے"..... سوشیلا نے جواب دیا۔

"ہیلو۔ میں کبیر بول رہا ہوں سر"..... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"کیا مسئلہ ہے مسٹر کبیر۔ فارمولے کی کیا ضرورت پڑ گئی"۔ سر عبدالرشید نے پوچھا۔

"سر لیبارٹری میں ہم نے لیزا ٹم کو زیرو ون پوائنٹ پر فریز کر لیا ہے لیکن اس پوائنٹ پر لیزا ٹم میں انتہائی چمک ابھر آئی ہے جبکہ

فارمولے میں اس کی ڈگری کم کرنے کا حل موجود ہے اگر فوری طور پر اس کی ڈگری کو کم نہ کیا گیا تو پھر پندرہ روز کی محنت ضائع ہو جائے گی"...... دوسری طرف سے جواب ملا۔

"اوہ۔ واقعی سیریس مسئلہ ہے۔ میرا ذہن بے حد الجھا ہوا ہے اس لئے میں تو شاید سٹور روم ٹھیک طرح سے نہ کھول سکوں۔ آپ ایسا کریں کہ مس سوشیلا کے ساتھ چلے جائیں میں مس سوشیلا کو سب کچھ سمجھا دیتا ہوں۔ وہاں رجسٹر پر دستخط کر کے فارمولا لے لیں اور پھر مجھے فون کر لیں"...... سر عبدالرشید نے کچھ دیر سوچنے کے بعد جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر سر"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"یس باس"...... چند لمحوں بعد مس سوشیلا کی آواز سنائی دی۔ مسٹر کبیر نے رسیور سوشیلا کے حوالے کر دیا تھا۔

"مس سوشیلا۔ میری الماری کے سب سے نچلے خانے میں بائیں ہاتھ میں انتہائی کونے میں آپ انگوٹھا رکھ کر دبائیں گی تو ایک خانہ کھلے گا۔ اس میں ڈائل لگا ہوا ہے۔ ڈائل کو پہلے تین بار الٹا گھمائیں پھر ایک بار سیدھا اور پھر دوبارہ الٹا گھمائیں تو ایک نمبروں والا تالا نمودار ہو جائے گا۔ اس میں ایون تھری فکس کریں تو خانہ کھل جائے گا۔ اس میں ایک چابی موجود ہو گی۔ آپ اس چابی کو لے جا کر سٹور روم کے بیرونی دروازے کی دہلیز کے دائیں کونے میں موجود سوراخ میں ڈال کر پہلے بائیں طرف پھر دائیں طرف اور پھر دوبارہ

بائیں طرف گھمائیں تو سٹور کے گرد حفاظتی نظام ڈسکنکٹ ہو جائے گا اور وہی چابی آپ دروازے میں لگا کر سٹور میں چلی جائیں وہاں الماری نمبر بارہ کے خانہ نمبر چھتیس میں فارمولا موجود ہے اس پر سرخ رنگ کا کراس لگا ہوا ہے اور کراس کے درمیان اکیاون کا ہندسہ پیلے رنگ سے لکھا ہوا ہے۔ وہ فارمولا مسٹر کبیر سے رجسٹر پر دستخط کرا کر ان کے حوالے کر دیں اور پھر مجھے فون پر اطلاع دیں"...... سر عبدالرشید نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"بہتر باس"...... سوشیلا نے جواب دیا اور اس کے لہجے میں ہلکی سی لرزش تھی۔

"مسٹر کبیر کو اپنے ساتھ رکھیں۔ یہ ضروری ہے"...... سر عبدالرشید نے تاکید کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب۔ وہ ساتھ ہوں گے"...... سوشیلا نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی سر عبدالرشید نے رسیور رکھ دیا۔ کیپٹن شکیل ابھی تک اندر بیگم کے پاس بیٹھا انہیں تسلیاں دینے میں مصروف تھا۔

"مسٹر شکیل"...... سر عبدالرشید نے انہیں آواز دیتے ہوئے کہا۔

"فرمائیے"...... کیپٹن شکیل نے واپس آتے ہوئے پوچھا۔

"میری بچی کا کیا ہو گا۔ کہیں مجرم اسے مار نہ ڈالیں"...... سر عبدالرشید نے الجھے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"آپ قطعاً بے فکر رہیں جناب۔ مجرموں کی نظروں میں وہ بہت قیمتی ہے۔ میں ان کی نفسیات جانتا ہوں وہ اسے بہت حفاظت سے رکھیں گے"...... کیپٹن شکیل نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"آپ اپنے باس سے بات کریں کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ میرا دل سخت بے چین ہے۔ میری معصوم بچی پر نجانے کیا گزر رہی ہو گی"۔ سر عبدالرشید کا لہجہ بے حد الجھا ہوا تھا۔

"آپ قطعاً بے فکر رہیں۔ باس اپنے کام میں مصروف ہیں۔ آپ کی بچی جلد ہی برآمد کر لی جائے گی"...... کیپٹن شکیل نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ مجھے ایسی تسلیاں نہیں چاہئیں۔ میری بات کرائیں"...... سر عبدالرشید نے اصرار کرتے ہوئے کہا تو کیپٹن شکیل نے مجبوراً رسیور اٹھا کر ایکسٹو کے نمبر گھما دیئے۔

"ایکسٹو"...... دوسری طرف سے ایکسٹو کی مخصوص آواز سنائی دی۔

"شکیل سپیکنگ۔ جناب سر عبدالرشید بے حد پریشان ہیں آپ ان سے بات کر لیں"...... کیپٹن شکیل نے جلدی سے کہا اور پھر رسیور سر عبدالرشید کی طرف بڑھا دیا۔

"جناب میری بچی کا کیا ہوا"...... سر عبدالرشید نے کہا۔

"سر عبدالرشید آپ قطعاً نہ گھبرائیں میں جلد ہی آپ کو خوشخبری سناؤں گا۔ میرے آدمیوں نے مجرموں کے ہیڈ کوارٹر کا پتہ چلا لیا ہے

وہ جلد ہی مجرموں پر قابو پا کر آپ کی بچی کو ان کے پنجے سے نکال لیں گے"...... ایکسٹو نے جواب دیا۔

"شکریہ جناب۔ اب مجھے کچھ تسلی ہو گئی ہے"...... سر عبدالرشید نے قدرے مطمئن لہجے میں کہا اور پھر رسیور رکھ دیا۔ اس بار ان کے لہجے میں واقعی اطمینان کی جھلکیاں نمایاں تھیں۔ پھر تقریباً دس پندرہ منٹ تک خاموشی طاری رہی کہ اچانک ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی اور سر عبدالرشید نے لپک کر رسیور اٹھا لیا۔ ان کا خیال تھا کہ شاید ان کی بچی کے متعلق ایکسٹو کوئی خوشخبری سنائیں گے۔

"عبدالرشید سپیکنگ"...... سر عبدالرشید نے امید بھرے لہجے میں کہا۔

"سر غضب ہو گیا۔ میں عالم بول رہا ہوں۔ لیبارٹری میں مسٹر کبیر کو قتل کر دیا گیا ہے۔ مس سوشیلا غائب ہیں اور فارمولا بھی غائب ہے"...... دوسری طرف سے ایک گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"کیا کہہ رہے ہو۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے"...... سر عبدالرشید نے بری طرح چیختے ہوئے کہا۔

"ایسا ہو گیا ہے جناب۔ سوشیلا اور مسٹر کبیر آپ کی ہدایات پر فارمولا لینے کے لئے سٹور میں گئے اور پھر جب کافی دیر ہو گئی اور واپس نہ آئے تو ہمیں تشویش ہوئی۔ ہم وہاں گئے تو سٹور کھلا ہوا تھا۔ مسٹر کبیر کے سر میں لوہے کا راڈ مار کر انہیں ہلاک کر دیا گیا تھا اور

مس سوشیلا غائب تھیں۔ فارمولا چیک کیا گیا تو وہ بھی غائب تھا۔ سیکورٹی والوں نے بتایا ہے کہ مس سوشیلا تھوڑی دیر پہلے گیٹ سے باہر گئی ہیں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اوہ۔ غضب ہو گیا۔ ظلم ہو گیا"...... سر عبدالرشید کے ہاتھ سے بے اختیار رسیور گر گیا اور پھر وہ لہرا کر نیچے فرش پر جا گرے۔ کیپٹن شکیل نے پھرتی سے انہیں سنبھالا اور پھر چند لمحوں کی کوششوں کے بعد وہ ہوش میں آئے۔

"کیا ہوا جناب"...... کیپٹن شکیل نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"روشن سائے کا فارمولا غائب کر دیا گیا ہے۔ میری پرسنل سیکرٹری اسے اڑا لے گئی ہے اور سائنسدان مسٹر کبیر کو قتل کر دیا گیا ہے"...... سر عبدالرشید نے ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ مگر وہ فارمولے تک کیسے پہنچ گئی"...... کیپٹن شکیل نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے اسے بھیجا تھا۔ فارمولا لیبارٹری میں فوری چاہئے تھا۔ اب مجھے کیا معلوم"...... سر عبدالرشید نے جواب دیا اور کیپٹن شکیل تیزی سے مڑ کر ایکسٹو کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"بلیو ایگل تو مارا گیا لیکن اس کی دوست لڑکی نکل جانے میں کامیاب ہو گئی ہے لیکن سر عبدالرشید کی لڑکی وہاں موجود نہیں ہے اور جولیا کا بھی کچھ پتہ نہیں چل رہا"...... عمران نے بلیک زیرو کے سامنے والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ وہ ابھی ابھی بلیو ایگل کے ہیڈ کوارٹر پر چھاپہ مار کر واپس لوٹا تھا۔

"اوہ۔ یہ تو بہت برا ہوا۔ میرا خیال ہے کہ ہلاکو خان کی صراحی کے ذریعے جو کال ہم نے سنی تھی اس میں کسی مارٹن کا ذکر تھا۔ سر عبدالرشید کی لڑکی یقیناً اس کے پاس ہو گی مگر جولیا کہاں غائب ہو گئی"...... بلیک زیرو نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں نے تو ہر ممکن تلاش کیا ہے کہ کہیں کوئی تہہ خانہ مل جائے لیکن ایسے کوئی آثار نہیں ملے۔ بہرحال صفدر اور نعمانی کو وہیں چھوڑ آیا ہوں۔ وہ ابھی مزید تلاش میں لگے ہوئے ہیں لیکن اب اس

مارٹن کو کہاں تلاش کیا جائے"...... عمران کا لہجہ بھی بے حد الجھا ہوا تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ بلیک زیرو کوئی جواب دیتا ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ عمران نے رسیور اٹھا لیا۔

"ایکسٹو"...... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"جولیا بول رہی ہوں جناب"...... دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی اور عمران چونک پڑا۔

"جولیا تم کہاں سے بول رہی ہو"...... عمران نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو نارمل رکھ کر پوچھا۔ دوسری طرف سے جولیا نے مائیکل کی کوٹھی میں ہونے والے واقعات کے بعد گڑھ میں گرنے اور پھر ہوش میں آنے کے بعد مارٹن اور چیف باس کے درمیان ہونے والی تمام گفتگو پوری تفصیل سے سنادی۔

"اوہ۔ ویری گڈ۔ تم نے بے حد قیمتی معلومات حاصل کر لی ہیں۔ تم جس کوٹھی میں موجود ہو وہ کہاں ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اس کے چہرے پر مسرت کے آثار تھے۔

"مجھے معلوم نہیں جناب۔ میں باہر نکل کر دیکھتی ہوں اور پھر آپ کو بتا دیتی ہوں"...... جولیا نے جواب دیا۔

"اوکے۔ اچھی طرح چیک کر کے مجھے دوبارہ فون کرو"۔ عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"سر عبدالرشید کی لڑکی تو مل گئی۔ مارٹن بھی ہاتھ لگ گیا لیکن یہ چیف باس والی بات سمجھ میں نہیں آئی۔ اس کا مطلب ہے کہ

مائیکل اس تنظیم کا اصل سربراہ نہیں تھا اصل سربراہ کوئی اور ہے۔ وہ صرف ایک مہرہ ہے جسے باس بنا کر آگے رکھا جاتا رہا ہے"...... عمران نے بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں اور جیسا کہ جولیا نے بتایا ہے کہ اصل سربراہ اب پوری ٹیم کے ساتھ اس فارمولے کے لئے آئے گا"...... بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"کوئی بات نہیں۔ میں نے سر سلطان سے کہہ دیا ہے۔ فارمولا یہاں دانش منزل پہنچ جائے گا۔ مارٹن سے ہم مکمل معلومات حاصل کر لیں گے اور چیف باس بھی یہاں آ کر مارٹن سے رابطہ قائم کرے گا اس وقت اس سے بھی دو دو ہاتھ ہو جائیں گے"...... عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے ٹیلی فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی۔

"جولیا کا فون ہو گا"...... عمران نے کہہ کر رسیور اٹھا لیا۔

"ایکسٹو"...... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"کیپٹن شکیل بول رہا ہوں جناب"...... دوسری طرف سے کیپٹن شکیل کی قدرے گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"کیا بات ہے کیپٹن شکیل تم گھبرائے ہوئے معلوم ہو رہے ہو"...... عمران نے قدرے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"سر غضب ہو گیا۔ فارمولا لیبارٹری سے غائب کر دیا گیا ہے۔ ایک سائنسدان ہلاک ہو چکا ہے۔ سر عبدالرشید کی پرسنل سیکرٹری

مس سوشیلا کے متعلق بتایا جا رہا ہے کہ وہ فارمولا لے اڑی ہے"...... کیپٹن شکیل نے تیز لہجے میں کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو۔ فارمولا غائب کر دیا گیا ہے"...... عمران نے بری طرح چونکتے ہوئے کہا۔

"یس سر۔ ابھی ابھی لیبارٹری سے فون آیا ہے کہ مس سوشیلا فارمولا لے کر لیبارٹری سے نکل گئی اس نے ایک سائنسدان مسٹر کبیر کو بھی ہلاک کر دیا ہے"...... کیپٹن شکیل نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"لیکن وہ سٹور تک کیسے پہنچی۔ وہاں تو صرف سر عبدالرشید ہی جا سکتے تھے"...... عمران نے انتہائی الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"سر عبدالرشید نے انہیں خود بھیجا تھا۔ فارمولا لیبارٹری میں فوراً چاہئے تھا"...... کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"اوہ۔ یہ بہت برا ہوا۔ سر عبدالرشید سے بات کراؤ"۔ عمران نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"بہتر سر"...... دوسری طرف سے کیپٹن شکیل نے جواب دیا اور پھر چند لمحوں بعد سر عبدالرشید کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"عبدالرشید بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے سر عبدالرشید کی آواز سنائی دی۔

"سر عبدالرشید یہ آپ نے کیا غضب کیا کہ اپنی پرسنل سیکرٹری کو فارمولے تک بھیج دیا جبکہ آپ کو علم تھا کہ حالات کس نہج پر جا

رہے ہیں"۔ عمران کے لہجے میں بے پناہ غصہ تھا۔

"جناب میں بچی کی وجہ سے بے حد پریشان تھا۔ میرا دماغ کام نہیں کر رہا تھا کہ مس سوشیلا نے فارمولا مانگا اور دوسرے سائنسدانوں نے اس کی تصدیق کر دی تو میں نے اسے وہ طریقہ بتا دیا جس سے حفاظتی سسٹم کو ناکارہ کر کے فارمولا نکال سکتی تھی۔ وہ بڑی با اعتماد سیکرٹری تھی۔ میں نے تو مسٹر کبیر کو بھی ساتھ بھیجا تھا اب مجھے کیا معلوم"...... سر عبدالرشید کی آواز بری طرح بھرا گئی۔ ان سے فقرہ مکمل نہ ہو سکا۔

"مس سوشیلا نام ہے آپ کی پرسنل سیکرٹری کا"...... عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ یہی نام ہے دس سال سے ملازم ہے"...... سر عبدالرشید نے جواب دیا۔

"اس کا پتہ کیا ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"وہ آصف روڈ پر چھ سو پچیس نمبر فلیٹ میں رہتی ہے"۔ سر عبدالرشید نے جواب دیا۔

"اس کا حلیہ"...... عمران نے پوچھا اور سر عبدالرشید نے اس کا حلیہ بتا دیا۔

"رسیور کیپٹن شکیل کو دیں"...... عمران نے کہا اور چند لمحوں بعد کیپٹن شکیل نے ہیلو کہا۔

"شکیل تم آصف روڈ کے قریب ہو فوراً آصف روڈ پر فلیٹ نمبر

چھ سو پچیس پہنچو اور مس سوشیلا کو چیک کرو میں عمران کو بھی بھیج رہا ہوں"...... عمران نے بطور ایکسٹو اسے احکام دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب۔ میں سر عبدالرشید کی کار لے کر ابھی آصف روڈ پر پہنچ جاتا ہوں"...... کیپٹن شکیل نے مستعد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اور سنو سر عبدالرشید کو بتا دو کہ اس کی لڑکی مل گئی ہے۔ وہ صحیح سلامت ہے۔ جلد ہی اسے اس کے پاس پہنچا دیا جائے گا"۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رسیور کریڈل پر پھینکتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

•

"میں سوشیلا کے پیچھے جا رہا ہوں۔ جولیا کا فون آئے گا تم ممبروں کو بھیج کر سر عبدالرشید کی لڑکی کو اس کے باپ کے پاس بھجوا دینا اور مارٹن کو نمبر دن روم میں ڈال دینا"...... عمران نے تیز لہجے میں بلیک زیرو سے کہا اور پھر تقریباً بھاگتا ہوا وہ کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

مارشیا سیڑھیاں پھلانگتی ہوئی جب اوپر والے دروازے پر پہنچی تو اس نے دروازے پر بڑا سا تالا لگا ہوا دیکھا۔ مس سوشیلا ڈیوٹی پر تھی مارشیا نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اسے سیڑھیوں پر ایک تار کا ٹکڑا پڑا نظر آیا۔ اس نے وہ ٹکڑا اٹھایا اس کا سرا چپٹا تھا۔ مارشیا نے اطمینان سے سر ہلایا اور پھر تار کا چپٹا سرا تالے کے سوراخ میں ڈال کر اسے مخصوص انداز میں گھما دیا۔ چند لمحوں بعد کلک کی آواز کے ساتھ تالا کھلتا چلا گیا۔ مارشیا نے دروازہ کھولا اور فلیٹ میں داخل ہو گئی اس نے دروازہ بند کر دیا۔ یہ دو کمروں کا فلیٹ تھا جو بڑے قرینے سے سجا ہوا تھا۔ مارشیا کی نظر میں اس سے زیادہ محفوظ جگہ اسے اور کہیں نہ مل سکتی تھی۔ اس لئے وہ اطمینان سے صوفے پر ڈھیر ہو گئی اب اسے سوشیلا کا انتظار تھا تا کہ اس سے مارٹن کا پتہ چلایا جا سکے اس کا خیال تھا کہ مارٹن نے اپنا پتہ ضرور اسے بتا رکھا ہو گا۔ اسے وہاں بیٹھے

ہوئے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ گزرا تھا کہ اسے کسی کی انتہائی تیزی سے سیڑھیاں پھلانگنے کی آواز سنائی دی تو مارشیا بری طرح چونک پڑی۔ ظاہر ہے سوشیلا اپنے فلیٹ میں اس عجلت سے تو نہ آ سکتی تھی اس لئے وہ اٹھ کر تیزی سے باتھ روم میں گھس گئی اور اس کے دروازے کے قریب ہی رک گئی۔ دوسرے لمحے دروازہ ایک دھماکے سے کھلا کسی نے اندر آ کر دروازہ تیزی سے بند کر دیا۔ اب مارشیا کو کمرے میں کسی کے تیز تیز سانسوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ مارشیا نے جھری سے جھانکا تو ایک عورت دروازے سے پشت لگائے کھڑی تھی لیکن اس کے چہرے پر شدید گھبراہٹ کے آثار نمایاں تھے۔ عورت چونکہ مقامی تھی اس لئے مارشیا سمجھ گئی کہ وہی سوشیلا ہو گی دوسرے لمحے اس کی نظر سوشیلا کے ہاتھوں پر پڑی۔ اس کے ہاتھوں میں ایک فائل تھی جس پر سرخ رنگ کا کراس لگا ہوا تھا فائل پر اٹیمک ریسرچ لیبارٹری کے الفاظ بھی چھپے ہوئے تھے۔

"مجھے سب سے پہلے اس فارمولے کو کہیں ٹھکانے لگانا چاہئے"۔ سوشیلا کی بڑبڑاہٹ مارشیا کے کانوں میں پڑی اور مارشیا بری طرح چونک پڑی اس کے ذہن میں فوراً ہی یہ خیال آ گیا کہ مارٹن نے اس فارمولے کو حاصل کرنے کے لئے اس لڑکی کو فریب دیا ہو گا اور لڑکی فارمولا لے آئی ہے دوسرے لمحے اس نے دروازے تیزی سے کھولا اور پھر وہ بھوکی بلی کی طرح سوشیلا پر جھپٹ پڑی۔ جو اب فائل اٹھائے ایک الماری کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

"یہ فارمولا مجھے دے دو"..... مارشیا نے اس کے ہاتھ سے فائل جھپٹتے ہوئے کہا اور سوشیلا ایک لمحے کے لئے اس طرح اچانک اسے اپنے سامنے دیکھ کر بت سی بن گئی مگر جب فارمولا اس کے ہاتھ سے نکلا تو وہ بری طرح چونکی اور دوسرے لمحے وہ اچھل کر مارشیا سے لپٹ گئی۔

"تم یہ فارمولا نہیں لے جا سکتی یہ میرا ہے"۔ سوشیلا نے چیختے ہوئے کہا مگر اسی لمحے مارشیا کا ہاتھ تیزی سے حرکت میں آیا اور سوشیلا الٹ کر صوفے پر جا گری ظاہر ہے سوشیلا کے مقابلے میں مارشیا لڑائی بھڑائی میں طاق تھی۔ سوشیلا کے نیچے گرتے ہی وہ تیزی سے دروازے کی طرف مڑی وہ جلد از جلد فلیٹ سے نکل جانا چاہتی تھی مگر سوشیلا جس نے اپنی جان پر کھیل کر یہ فارمولا حاصل کیا تھا وہ اسے بھلا آسانی سے کہاں جانے دے سکتی تھی۔ وہ صوفے پر گرتے ہی بجلی کی تیزی سے اٹھی اور پھر اس نے صوفے کے سامنے پڑی ہوئی چھوٹی سی تپائی اٹھا کر پوری قوت سے مارشیا پر پھینک ماری مارشیا جو دروازے کے قریب پہنچ چکی تھی تپائی کی زد سے نہ بچ سکی اور تپائی پوری قوت سے اس کی پشت پر لگی اور وہ چیخ مار کر بند دروازے سے ٹکرا کر نیچے جا گری فارمولے کی فائل اس کے ہاتھ سے نکل کر کمرے کے کونے میں جا گری۔ سوشیلا اچھل کر فارمولے کی طرف لپکی مگر مارشیا نے تیزی سے کروٹ بدلی اور وہی تپائی اٹھا کر سوشیلا پر اچھال دی۔ تپائی سوشیلا کے سر پر لگی اور وہ ہراتی ہوئی فارمولے کے اوپر ہی ڈھیر ہو

گئی۔ وہ اس بری طرح ہاتھ پیر مار رہی تھی کہ جیسے اس کی جان نکل رہی ہو مارشیا نے آگے بڑھ کر اس کی ٹانگ پکڑ کر اس کے جسم کو ایک طرف گھسیٹا اور فارمولے والی فائل پر جھپٹی مگر اسی لمحے سوشیلا کے دونوں بازو کسی آکٹوپس کی ٹانگوں کی طرح لہرائے اور مارشیا کی گردن کے گرد جم گئے۔ مارشیا نے جھٹکا دے کر اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کی مگر سوشیلا کے بازوؤں میں نہ جانے اتنی قوت کہاں سے آ گئی کہ وہ کسی پلاس کی طرح مارشیا کے گرد چمٹ گئے اور پھر مارشیا کا جسم بھی اکڑتا چلا گیا اور اس کے ساتھ ہی اس کے بازو بھی سوشیلا کی گردن کے گرد تنگ ہوتے گئے۔ مارشیا نے اپنے آپ کو چھڑانے کی بیحد کوشش کی مگر اس وقت سوشیلا زندگی اور موت کی آخری سرحدوں پر تھی اس کے بازو ٹھوس لوہے جیسے ہو گئے تھے اور پھر سوشیلا کی جدوجہد کمزور پڑتی چلی گئی اس کا سانس رکنے لگا آنکھیں ابل کر باہر آ گئیں چہرہ بری طرح بگڑ گیا۔ سوشیلا کے جسم نے آخری بار ایک جھٹکا لیا اور اس کے ساتھ ہی مارشیا کی گردن کڑک کی آواز کے ساتھ ٹوٹتی چلی گئی اور پھر ان دونوں کے جسم ایک ہی وقت میں ڈھیلے پڑ گئے۔ ان دونوں کی روحیں شاید بیک وقت ہی دونوں کے جسموں سے پرواز کر گئی تھیں۔ سوشیلا سر پر لگنے والی زور دار چوٹ سے اور مارشیا گردن کی ہڈی ٹوٹنے سے ہلاک ہو گئی تھی۔ فارمولے کی فائل اسی طرح ان دونوں کے سامنے پڑی ہوئی تھی روشن سائے کا فارمولا جس کی خاطر یہ دونوں ہمیشہ کے لئے تاریکیوں میں ڈوب گئی تھیں۔

کیپٹن شکیل کو سر عبدالرشید کی گاڑی گیراج سے نکلتے اور لیبارٹری کے گیٹ سے رسمی کارروائی مکمل کر کے نکلتے نکلتے کچھ دیر لگ ہی گئی لیبارٹری سے نکلتے ہی اس نے انتہائی تیز رفتاری سے کار کو آصف روڈ کی طرف بڑھا دیا اور پھر جیسے ہی وہ آصف روڈ کی طرف پہنچا اسے دور سے عمران کی کار ایک فلیٹ کے سامنے رکتی ہوئی دکھائی دی اور کیپٹن شکیل نے بھی وہیں جا کر بریک لگائے۔ اس وقت عمران کار سے باہر نکل آیا تھا۔ کیپٹن شکیل بھی پھرتی سے باہر نکلا عمران اس کی شکل دیکھتے ہی بری طرح چونک پڑا اور اس کا ہاتھ تیزی سے جیب کی طرف رینگ گیا۔

"میں شکیل ہوں عمران صاحب" کیپٹن شکیل عمران کا چہرہ دیکھتے ہی بول پڑا ظاہر ہے اس وقت وہ خیرتی رالف میکا کے میک اپ میں تھا اس لئے عمران اسے فوری طور پر نہ پہچان سکا تھا۔

"اوہ تم ہو آؤ جلدی"...... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور پھر مڑ کر تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔ کیپٹن شکیل نے بھی اس کی پیروی کی اور پھر جب وہ دونوں دروازہ کھول کر فلیٹ میں داخل ہوئے تو ٹھٹھک کر رک گئے۔ سامنے سوشیلا اور مارشیا کی لاشیں ایک دوسرے سے لپٹی ہوئی فرش پر پڑیں تھیں اور ان کے قریب روشن سائے کے فارمولے کی فائل پڑی ہوئی صاف نظر آ رہی تھی۔

"اوہ تو یہ مائیکل کی دوست لڑکی مارشیا یہاں پہنچ گئی تھی"۔ عمران نے آگے بڑھ کر فائل اٹھاتے ہوئے کہا۔

"شکر ہے فارمولا مل گیا"...... کیپٹن شکیل نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں سوشیلا نے مرتے مرتے اپنا داغ دھو دیا اگر وہ اس طرح مارشیا کی گردن نہ توڑ دیتی تو مارشیا فارمولا لے کر نکل جاتی اور ہم ہاتھ ملتے رہ جاتے"...... عمران نے کہا اور پھر ایک کونے میں پڑے ہوئے ٹیلی فون کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے تیزی سے بلیک زیرو کے نمبر ڈائل کئے۔

"ایکسٹو"...... دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

"میں عمران بول رہا ہوں جناب۔ فارمولا میں نے حاصل کر لیا ہے جناب آپ سر عبدالرشید کو فون کر کے بتا دیں"۔ عمران نے مؤدبانہ لہجے میں کہا ظاہر ہے کیپٹن شکیل کے سامنے وہ یہی رویہ

اختیار کر سکتا تھا۔

"اوہ ویری گڈ۔ کیپٹن شکیل کہاں ہے"...... بلیک زیرو نے پوچھا۔

"میرے سامنے رسیور کے ساتھ کان لگائے کھڑا ہے"...... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"فارمولا اس کے حوالے کر دو۔ یہ اسے میرے پاس پہنچا دے گا"...... ایکسٹو کے لہجے میں بے پناہ تحکم تھا۔

"مگر جناب میری مٹھائی۔ فارمولا میں نے حاصل کیا ہے"۔ عمران نے لاڈلے بچے کی طرح ضد کرتے ہوئے کہا۔

"شٹ اپ جو میں کہہ رہا ہوں وہی کرو۔ زیادہ بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے"...... دوسری طرف سے بلیک زیرو نے عمران کو بری طرح ڈانٹتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی کلک کی آواز سے رابطہ ختم ہو گیا۔

"لائیے عمران صاحب فارمولا میرے حوالے کر دیجئے"۔ کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"لو بھئی سنبھالو۔ دکھ اٹھائے بی فاختہ اور کوے انڈے کھائیں"...... عمران نے شکست خوردہ لہجے میں کہا اور فائل کیپٹن شکیل کی طرف بڑھا دی۔

"بی فاختہ کی قسمت میں دکھ اٹھانے ہی لکھے ہوئے ہیں عمران صاحب"...... کیپٹن شکیل نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اچھا کوے صاحب مزے کرو میرا داؤ لگا تو تمہارے اس چیف کو ایسی پٹخنی دوں گا کہ یاد رکھے گا"...... عمران نے برا سامنہ بناتے ہوئے کہا اور کیپٹن شکیل مسکراتا ہوا تیزی سے دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ وہ جلد از جلد اس خطرناک فارمولے کو دانش منزل پہنچانا چاہتا تھا۔

ختم شد